ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
21 مئی 2003ء۔۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
www.tanzeem.org
جلد 12 شمارہ 17

- عربی بورڈ آف سٹڈیز کی جانب سے ایک عمدہ تجویز (اداریہ)
- وقتی شکست میں مسلمانوں کے لئے قرآنی رہنمائی (منبر و محراب)
- اولین شرط: خلوصِ نیت (تجزیہ)

روشنی کا مینار

''ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو‘ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اگر دولت مند ہو تو مکے کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو‘ بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو‘ اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر ایک نظر ڈالو‘ اگر استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو‘ اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو‘ اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فریضہ انجام دینا چاہتے ہو تو مکے کے صادق امین نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو‘ تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو۔ اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشے کو نہ بھولو‘ اگر عدالت کے قاضی اور پنچایت کے ثالث ہو تو کعبے میں طلوعِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبے کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے‘ مدینے کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو‘ جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے‘ اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو‘ اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے نانا کا حال پوچھو۔ غرض تم جو کوئی بھی ہو کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ‘ تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لئے سامان‘ تمہارے ظلمت خانے کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔''

(سید سلیمان ندویؒ کی کتاب ''خطباتِ مدارس'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ٥ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ٥ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ٥ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ٥ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ٥ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ٥﴾ (آیت 204 تا 210)

’’اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جس کی بات آپ کو دنیا کی زندگی میں بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنی نیک نیتی پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ کج بحث قسم کا جھگڑالو ہوتا ہے۔ اور جب وہ (ایسی باتیں کرنے کے بعد) لوٹتا ہے تو عملاً اس کی تگ و دو یہ ہوتی ہے کہ زمین میں فساد مچائے اور کھیتی اور نسل (انسانی) کو تباہ کرے حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈرو تو اپنی عزت کی خاطر گناہ پر جم جاتا ہے تو جہنم اسے کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتا ہے اور (ایسے) بندوں پر اللہ بڑا مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کا اتباع نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اگر تم روشن دلائل آ جانے کے بعد بھی پھسل گئے تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ یہ لوگ اس انتظار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے بادلوں کے سایہ میں ان کے پاس آئیں اور قصہ ہی صاف کر دیا جائے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے‘‘۔

یہاں منافقین کے ایک گروہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ سورۃ البقرہ میں نفاق کا لفظ کہیں نہیں ہے مگر اس مرض کی علامات اس سورت کے دوسرے رکوع میں بیان ہوئیں۔ یہاں پر بھی منافق کا لفظ لائے بغیر نفاق کی ایک علامت بیان ہو رہی ہے تاکہ جو لوگ متنبہ ہو سکتے ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں اور اصلاح کر لیں کیونکہ اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو پھر ضد اور ہٹ دھرمی آڑے آ جاتی ہے تو فرمایا کہ لوگوں میں کچھ وہ بھی ہیں جن کی بات دنیا میں تمہیں بڑی اچھی لگتی ہے۔ وہ چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ ان کی گفتگو لچھے دار ہوتی ہے۔ بات بات پر قسمیں کھاتے اور اللہ کو گواہ ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کو حاضر ناظر جان کر یہ بات کہہ رہا ہوں حالانکہ وہ سخت قسم کا جھگڑالو آدمی ہے۔ اس کے دل میں عداوت، نفرت اور دشمنی ہے۔ مگر اوپر سے اس کو چھپائے ہوئے ہے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی بات باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایسا آدمی جب اٹھ کر واپس جاتا ہے تو وہ زمین کے اندر فساد مچاتا پھرتا ہے اور کھیتی کو اور نسل انسانی کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو فساد پسند نہیں۔ جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، تم نے یہ کیسی روش اختیار کر رکھی ہے۔ تم وہاں حضورؐ کے سامنے ہوتے ہو تو کیسی باتیں کرتے ہو اور وہاں سے ہٹ کر آتے ہو تو کس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔ اللہ کا خوف کرو۔ یہ سن کر اس کی عزت نفس آڑے آتی ہے اور اس کی انا اسے گناہ پر جما دیتی ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ کسی کے سمجھانے سے اپنی اصلاح کرے الٹا غصے میں لال پیلا ہو جاتا ہے۔ اس کے اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم بنے گا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

یہ قرآن مجید کا ایک عام اسلوب ہے جسے Contrast کہتے ہیں اگر ایک کردار بیان کیا گیا ہے تو اس کا برعکس کردار بھی بیان کرتا ہے۔ دنیا میں نیک لوگ بھی تو ہیں۔ آگے ان کا کردار سامنے لایا جا رہا ہے کہ لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اللہ کے دین کی دعوت اور دین اسلام کو قائم کرنے کی جدوجہد میں اپنی جان لگاتے ہیں۔ اپنے جسم و جان کی توانائیاں اور صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ مال خرچ کرتے، وقت لگاتے اور محنت کرتے ہیں، محض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں کے حق میں بہت ہی مہربان ہے۔ یہاں یایھا الذین امنوا کے مخاطب ایمان کے وہ دعوے دار ہیں جو مرض نفاق میں مبتلا ہیں ان سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھو! تم نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اب پورے طریقے سے پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اپنی پوری شخصیت کو اللہ کے رنگ (صبغۃ اللہ) میں رنگ لو اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اب جبکہ تمہارے پاس واضح ہدایت اور روشن نشانیاں آ گئی ہیں اس کے بعد بھی اگر تم پھسلنے یا ڈگمگانے لگے تو جان لو کہ اللہ بہت زبردست ہے حکمت والا ہے یعنی پھر وہ سزا بھی تمہیں بہت سخت دے گا۔

قضا و قدر کے مسئلہ پر بحث کرنا

فرمان نبوی — چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِى الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّمَا فُقِئَ فِىْ وَجْنَتَيْهِ حَبُّ الرُّمَّانِ فَقَالَ اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِهٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَيْكُمْ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِيْنَ تَنَازَعُوْا فِىْ هٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَتَنَازَعُوْا فِيْهِ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ (مسجد نبویؐ میں) بیٹھے قضا و قدر کے مسئلے پر بحث و مباحثہ کر رہے تھے کہ اس حالت میں رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے (ہمیں بحث کرتے دیکھ کر) آپؐ بہت غضبناک ہوئے یہاں تک کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور اس قدر سرخ ہو گیا کہ معلوم ہوتا تھا آپؐ کے رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہے۔ پھر آپؐ نے ہم سے فرمایا کہ کیا تم کو یہی حکم کیا گیا ہے، کیا میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں۔ خبردار تم سے پہلی امتیں اسوقت ہلاک ہوئیں جبکہ انہوں نے اس مسئلے میں حجت و بحث کو اپنا طریقہ بنا لیا۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں، میں تم پر لازم کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر ہرگز بحث و مباحثہ نہ کیا کرو۔

انسان بعض دفعہ اپنی کوتاہیوں کو جواز دینے کے لئے مسئلہ تقدیر کو بہانہ بنا لیتا ہے حالانکہ دنیا کے باقی کام اپنی مرضی سے کر رہا ہوتا ہے لیکن اللہ کی اطاعت پر یوں کہہ اٹھتا ہے کہ اللہ کو منظور ہوا تو یہ کام بھی کر لوں گا۔ حالانکہ دنیا داری کے کام خود کر رہا ہوتا ہے اور اس کے لئے تقدیر کا قائل نہیں ہوتا۔ درحقیقت یہ معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کا ہے اور اس کے بارے میں انسان جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ بکل شئی علیم بھی ہے پھر ان معاملات میں خواہ مخواہ بحث میں پڑتا ہے۔ اللہ نے اپنے علم و قدرت کی بنیاد پر ہر چیز کو پیدا کر کے اس کا اندازہ ٹھہرایا ہے اس لئے وہ غلط ہو ہی نہیں سکتا اور اسے کوئی بدلنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

عربی بورڈ آف سٹڈیز کی جانب سے ایک عمدہ تجویز!

باوثوق ذرائع کے مطابق حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی کی اکیڈمک کونسل نے بی اے بی ایس سی کی سطح پر انگریزی زبان بطور لازمی مضمون ختم کرنے کی ایک تجویز پر غور کے لئے ایک 13 رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے جو اس تجویز کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد اپنی سفارشات سنڈیکیٹ کو پیش کرے گی۔۔۔۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ گزشتہ سال پنجاب یونیورسٹی کی ''فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ'' کے 5 نومبر 2002ء کے اجلاس میں جو ڈین آف فیکلٹی پروفیسر ڈاکٹر اکرم چوہدری کی زیر صدارت منعقد ہوا ایک اچھوتی تجویز زیر غور آئی۔ تجویز یہ تھی کہ پنجاب یونیورسٹی میں گریجوایٹس کی سطح پر طلبہ کو ''انگریزی لازمی'' کے بجائے اقوام متحدہ کی تسلیم شدہ چھ سرکاری زبانوں یعنی عربی' انگریزی' فرانسیسی' روسی' ہسپانوی اور چینی میں سے کوئی ایک زبان پڑھنے کا اختیار دیا جائے۔۔۔۔ بعد ازاں اس تجویز پر مبنی سفارش یونیورسٹی کی اکیڈمک کونسل کو ارسال کی گئی جس نے اس پر مزید غور کے لئے اعلیٰ سطح کی 13 رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے جو اس تجویز کے حسن و قبح پر تفصیلی بحث اور غور و خوض کے بعد اپنی سفارشات حتمی منظوری کے لئے سنڈیکیٹ کو پیش کرے گی۔

بڑی خوش آئند بات ہے کہ ہمارے شعبہ تعلیم میں چوٹی کی سطح پر لکیر کو پیٹتے رہنے کے انداز میں انگریز کے بنائے ہوئے نظام کو برقرار رکھنے اور اسے تحفظ دینے کے مریضانہ رجحان میں کمی کے آثار ظاہر ہوئے ہیں اور بدلتے ہوئے حالات کے مطابق نظام تعلیم میں ضروری تبدیلیاں لانے کی مثبت سوچ جنم لینے لگی ہے۔ تعلیمی شعبے کی حبس زدہ فضا میں مذکورہ تجویز کو بجا طور پر ہوا کا ایک تازہ اور خوشگوار جھونکا قرار دیا جا سکتا ہے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ یہ تجویز اگر یونیورسٹی کی سطح پر ''منظوری'' کا ہفت خواں طے کرنے میں کامیاب ہوگئی تو یہ آئندہ تعلیم جیسے اہم شعبے میں مزید مثبت اور انقلابی نوعیت کی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

یہ امر واقعہ ہے کہ فرنگی آقاؤں کے جانے کے بعد ہم نے ان کی زبان کو ''مقدس نشانی'' سمجھتے ہوئے اپنے گلے کا تعویذ بلکہ طوق بنا لیا۔ انگریز کے دور میں چھٹی کلاس سے بی اے تک انگریزی کی تعلیم لازمی تھی۔ ہم نے چار قدم آگے بڑھ کر پہلی جماعت (بلکہ نرسری کلاس) سے بی اے تک اسے لازمی قرار دے دیا۔ سات سمندر پار سے آئی ہوئی اس غیر ملکی زبان کو ہم نے کچھ اس انداز سے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا کہ ''تعلیم'' اور ''انگریزی زبان'' مترادف الفاظ سمجھے جانے لگے۔ تعلیم کا مقصد اور معیار یہ قرار پایا کہ ایک طالب علم انگریزی زبان بولنے' لکھنے اور سمجھنے لگے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ سرکاری' سکولوں کالجوں سمیت ملک کے قریباً تمام متوسط درجے کی درس گاہوں میں معیار تعلیم اتنا ناقص ہے کہ 12 سے 14 سال مسلسل انگریزی پڑھتے رہنے کے باوجود بھی طلبہ کی غالب اکثریت انگریزی زبان کے رموز اور اسالیب سے قطعی نابلد اور نا آشنا رہتی ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ بی اے میں طلبہ کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہی ''انگریزی شریف'' ہے۔ یہ وہ ہفت خواں ہے جو کسی طور عبور ہونے میں نہیں آتا۔ اس کی سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ بی اے کی سطح پر جس اعلیٰ سطح کی لٹریری انگریزی شامل نصاب کی گئی ہے اس کا حق ادا کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ انسانی طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ غیر ملکی زبان کو اتنی گہرائی میں جا کر اور باریکی کے ساتھ سیکھنا ہر انسان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔۔۔۔ یہ درست ہے کہ انگریزی زبان ایک نہایت اہم بین الاقوامی زبان ہے۔۔۔۔ آپ اسے اگر دنیا کی تمام زبانوں پر فوقیت دینا چاہیں تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہئے کہ فنکشنل انگریزی (Functional English) کی حد تک اسے میٹرک یا ایف اے تک لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جائے۔۔۔۔ ہاں جو شخص انگریزی زبان ہی کو اپنا مرکزی subject اور اس کی تدریس کو اپنا کیریئر بنانا چاہے تو وہ بی اے اور ایم اے میں لٹریری انگریزی پڑھے۔۔۔۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے طلبہ و طالبات کے اوقات اور صلاحیتوں کا جس بڑے پیمانے پر ضیاع ہمارے اس ناقص نظام تعلیم اور بالخصوص انگریزی کے لزوم کے باعث ہوتا ہے اس کا اگر شمار کیا جائے تو کہے صنم بھی ہری ہری! تعلیمی میدان میں پالیسی بنانے والے سرکردہ افراد کی چند لمحات پر مشتمل خطاؤں کی سزا یہ قوم نصف صدی سے بھگتتی چلی آ رہی ہے۔

ہم عربی بورڈ آف سٹڈیز کی ان سفارشات کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ گریجویشن کی سطح پر ''انگریزی زبان'' کے لزوم کو ختم کیا جائے۔ پہلی جماعت سے ایف اے تک انگریزی زبان کو بطور لازمی مضمون پڑھنا بہت کافی ہے۔ بی اے میں طلبہ کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ یو این او کی تسلیم شدہ چھ زبانوں میں سے کسی ایک زبان کو آپشنل مضمون کے طور پر پڑھیں۔۔۔۔ بلکہ سچ پوچھیے تو ہماری رائے میں جو مقام اس مملکت خداداد پاکستان میں انگریزی زبان کو اب تک دیا گیا ہے' یہ مقام عربی زبان کو دیا جانا چاہئے تھا۔۔۔۔ ''اسلام تیرا دیس ہے' تو مصطفوی ہے'' کے مصداق ہماری ترجیح اول اسلام ہے۔ اس حوالے سے اہم ترین زبان ہمارے نزدیک عربی ہے۔ یہ قرآن و حدیث کی زبان تو ہے ہی' عالمی سطح پر بھی دنیا کی تسلیم شدہ زبانوں میں سے ایک ہے۔ OO

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
ایل آر ایل نمبر: 50 جلد: 12 شمارہ 17
سالانہ زر تعاون: 250 روپے' قیمت: 5 روپے
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
پبلشر: اسعد احمد مختار طابع: رشید احمد چوہدری
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون 5869501-03
بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان

وقتی شکست میں مسلمانوں کے لئے رہنمائی

سورۂ آلِ عمران کے 14ویں رکوع کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 9 مئی 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

گزشتہ خطاب جمعہ میں سورۂ آل عمران کے 14ویں رکوع کی چھ آیات (130 تا 135) کا مطالعہ ہو سکا تھا۔ آج ہمیں اس رکوع کی باقی آیات کا مطالعہ کرنا ہے۔ ان آیات کے سیاق وسباق میں غزوۂ احد کے حالات وواقعات کا تذکرہ ہے۔ جبکہ اِس رکوع میں غزوۂ احد میں وقتی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو تسلی دینے اوران کے زخموں پر مرہم رکھنے کا معاملہ ہے۔ آیت نمبر 136 میں انہیں دلاسا دیا گیا ہے کہ گھبراؤ نہیں ان کافروں کا انجام بہت عبرت ناک ہوگا جیسا کہ پہلی قوموں میں ان لوگوں کا ہوا جنہوں نے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت سے روگردانی کی۔ ارشاد ہوتا ہے:

> "تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں (بہت سی امتیں' بہت سے واقعات) گزر چکی ہیں۔ ذرا چلو پھرو زمین میں اور دیکھو' مشاہدہ کرو کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے جھٹلایا تھا"۔

ماضی میں بڑی بڑی تہذیبیں' بڑے بڑے تمدن گزرے ہیں' قوم عاد اور قومِ ثمود کا بڑا غلغلہ تھا' ان کا کیا انجام ہوا؟ اسی طریقے سے آلِ فرعون کا جو انجام ہوا' وہ سب جانتے ہیں۔ قومِ عاد' قومِ ثمود اور قوم لوط کے کھنڈرات کے پاس سے تو اہل عرب کے قافلے گزرتے تھے۔ تمہیں معلوم ہے ان کا کیا حشر ہوا اور کیوں ہوا؟ انہوں نے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرایا تھا۔ اگر آج مشرکین کو ایک عارضی فتح ملی ہے اور تمہیں شکست کا زخم دیکھنا پڑا ہے تو اس سے ہمت مت ہارو اور مکذبین کا جو انجام پہلے ہوا وہ اپنے سامنے رکھو' کیونکہ یہاں کوئی فرعون اور نمرود اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ نہیں سکتا۔

آگے فرمایا:

> "یہ (قرآن اللہ کی طرف سے) لوگوں کے لئے ایک بیان ہے' (کھلی وضاحت ہے) اور یہ ہدایت اور نصیحت ہے' اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے"۔

اگرچہ قرآن تو ہدایت ہے پوری نوع انسانی کے لئے لیکن اس ہدایت سے فائدہ وہی اٹھائے گا جس میں کچھ خداخوفی ہو' کچھ نیکی بدی کی تمیز ہو ورنہ جیسے چکنے گھڑے پر پانی ڈالیں وہ بہہ جاتا ہے اسی طریقے سے قرآنی ہدایت کے فیضان سے ہر دور کے ابوجہل اور ابولہب محروم ہی رہیں گے۔

آگے وہ الفاظ ہیں جن میں مسلمانوں کے تسلی وتشفی کا بے پناہ سامان ہے۔ فرمایا:

> "اور (مسلمانو) دیکھو تم ڈھیلے نہ پڑنا اور نہ ہی غمزدہ ہونا۔ تم ہی غالب اور سربلند رہو گے اگر تم مومن ہوئے"۔

دیکھئے یہ اللہ کا بڑا پختہ وعدہ ہے۔ اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ اللہ کی نظر میں اصل کامیابی آخرت کی ہے۔ تمہاری نگاہ وہاں ہونی چاہئے۔ دنیا کی وقتی شکست پر ملول اور غمگین مت ہو۔ جو اصل شے ہے یعنی اللہ کی رضا وہ تمہیں مل کر رہے گی اگر اس راستے پر چلتے رہے۔ لیکن ساتھ ہی دنیا کے حوالے سے بھی وعدہ کردیا کہ اگر ایمان تمہارے اندر رہا اور ایمان کے تقاضوں کو عملی طور پر پورا کرتے رہے تو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ تمہیں سربلندی اور عزت عطا کرتا رہے گا۔ یہ بونس ہے' ورنہ حقیقی کامیابی کے لئے تو قرآن پاک نے جو معیار مقرر کیا ہے وہ سورۃ آل عمران ہی میں بتا دیا گیا ہے "جو شخص جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جس کو جنت میں داخلہ مل گیا بس وہ ہے کامیاب (اللہ کی نگاہ میں)"۔ ہم بسا اوقات کسی شے کو اپنے لئے اچھا سمجھتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے دعائیں مانگتے ہیں لیکن ہمارے خالق ومالک کو پتہ ہے کہ وہ ہمارے لئے بہتر ہے یا نہیں۔

جہاں تک آج امت مسلمہ کی ذلت وپستی کا معاملہ ہے تو شیطانی وسوسہ دل میں آسکتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا جبکہ ہم تو سب سچے اور پکے مومن ہیں' زبان سے تو ہر وقت ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں' عشق رسولؐ کا دم بھرتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اس خیال کی حیثیت شیطانی وسوسہ سے زیادہ نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم ایمان اور اس کے عملی تقاضوں کو پورا نہیں کررہے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں امت اس وقت بحیثیتِ مجموعی غفلت کی نیند سو رہی ہے اور دین سے غداری وبے وفائی کی مرتکب ہوئی ہے۔ الا ماشاء اللہ!

غلبہ و اقامت دین' دعوت دین کے کام کو تو چھوڑیئے۔ نماز ہی کو پیمانہ بنا کر بحیثیتِ مجموعی امت کی حالت ناپ لیں تو صورتِ حال واضح ہوجائے گی۔ پنج وقتہ نماز باقاعدگی سے ادا کرنے والے بھی سات آٹھ فیصد سے زیادہ نہیں ہیں۔ اسی طرح معاشرے کا ایک بڑا حصہ وہ ہے جس نے دین کو تقسیم کرلیا ہے۔ وہ نماز' روزہ بھی کریں گے لیکن ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی معاملات میں اللہ سے بغاوت کے راستہ پر گامزن ہیں۔ یہ فیصلہ کئے بیٹھے ہیں کہ نماز روزے کی تو حتی الامکان پابندی کریں گے لیکن باقی معاملات یعنی گھر کے اندر پردہ' ستر وحجاب' اسلامی تعلیمات' حرام سے بچنا' سود سے بچنا ان معاملات میں شریعت کی پابندی نہیں ہوسکتی' اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ بہرکیف اگر ہم آج بھی ایمان اور اس کے عملی تقاضوں کو پورا کریں تو اللہ کا وعدہ ہے کہ تم ہی سربلند رہو گے۔

آگے ایک اور انداز سے مسلمانوں کو سمجھایا گیا:

> "اگر تمہیں آج ایک زخم پہنچا ہے تو مشرکین کو بھی اس سے پہلے ایسا ہی ایک زخم لگ چکا ہے۔ اور ان ایام کو ہم لوگوں میں اسی طرح پھراتے رہتے ہیں"۔

ایک سال پہلے کی بات ہے غزوہ بدر میں ستر مشرکین مارے گئے تھے۔ انہوں نے تو ہمت نہیں ہاری بلکہ ایک سال کے بعد پوری تیاری کے ساتھ تین ہزار کا لشکر لے کر آئے تو اگر آج تمہارے ستر افراد شہید ہوئے ہیں تم کیوں ہمت ہار بیٹھے ہو۔ یعنی اللہ نے اپنی ایک مستقل سنت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ دراصل ہم ان حالات کو لوگوں کے درمیان الٹتے پلٹتے رہتے ہیں یعنی اس معرکہ حق و باطل میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے آج اگر اہل حق کو فتح ہوئی ہے تو

ہوسکتا ہے کہ آئندہ کچھ عرصے بعد انہیں ناکامی کا بھی سامنے کرنا پڑے۔ اگرچہ اللہ کا وعدہ ہے کہ بالآخر فتح مسلمانوں کو ہی ہوگی اگر انہوں نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا تاہم درمیانی عرصے میں ایک معرکے میں اگر کامیابی ہوئی تو دوسرے میں شکست بھی ہوسکتی ہے۔ یہ دن الٹتے پلٹتے رہتے ہیں۔ اس کی بہت سی حکمتیں ہیں:

''تاکہ اللہ جان لے کہ (تم میں) کون ہیں سچے ایمان والے اور پھر تم میں کچھ لوگوں کو اللہ شہادت کے مرتبے پر فائز کرنا چاہتا ہے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

دیکھئے غزوہ احد میں سب سے پہلے یہ مشکل مرحلہ سامنے آیا تھا جب عبداللہ بن ابی تین سو ساتھیوں کو لے کر کر الگ ہوگیا۔ اسی وقت ظاہر ہوگیا کہ یہ صرف زبانی مدعیٔ ایمان تھے' اس مشکل وقت میں رسول اللہؐ کو بے یار و مددگار کے چھوڑ کر چلے جانے کا یہ عمل ظاہر کر رہا ہے کہ وہ منافق تھا' ایسے لوگ محض نام کے ایمان دار تھے۔ ان کے اندر کا کفر اس عمل سے ظاہر ہوگیا۔ پھر اسی غزوہ میں واقعتاً جو صاحب ایمان تھے ان کی استقامت کے مناظر بھی سامنے آئے۔ اسی طرح کی صورتحال سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ کون پکا مومن ہے اور کون صرف زبان سے ایمان کا دعویٰ کر رہا ہے۔

پھر اللہ یہ بھی چاہتا ہے کہ تم میں سے بعض کو مرتبہ شہادت سے سرفراز فرمائے۔ شہادت بہت اونچا مرتبہ ہے۔ اس امت کا تو کام ہی شہادت علی الناس ہے یعنی لوگوں کے سامنے دینِ حق کی گواہی دینا۔ جو شخص اس راستے میں اپنی گردن کٹا دے وہ سب سے بڑا گواہ ہے۔ لہٰذا اس کے لئے لفظ شہید آیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے غزوہ احد کے بعد فرمایا کہ احد میں جو ستر شہید ہوئے وہ سب کے سب جنت میں اعلیٰ مقامات پر موجود ہیں۔

یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے ساتھ ہرگز محبت نہیں کرتا مرہم رکھنے ہی کا انداز ہے۔ یعنی یہ نہ سمجھو اگر مشرکین کو وقتی طور پر فتح حاصل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا پلڑا ان کے حق میں جھک گیا۔ ہرگز ایسی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک اصول اور ضابطہ ہے اگر اہل حق دین کے ساتھ غداری کریں گے تو انہیں دنیا میں بھی سزا ملے گی۔ ان کی آزمائش کے لئے حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی جاری رہے گی۔ مسلمانوں کے اندر اگر کمزوری اور کم ہمتی آئے گی یا جہاد سے ان کے دلوں کے اندر ایک بوجھ پیدا ہو گا تو اس کا نتیجہ ہزیمت یا وقتی شکست کی صورت میں نکلے گا لیکن اللہ کو ان ظالموں کے ساتھ محبت نہیں ہے۔ اللہ تو محبت ان سے رکھتا ہے جو حسن عمل کا مظاہرہ کرنے والے ہیں' وہ متقین جن کا نقشہ اس رکوع کی ابتدا میں کھینچا گیا۔

آخری دو آیات میں بھی یہی گفتگو جاری ہے:

''اور یہ اس لئے بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس آزمائش کے ذریعے مومنوں کو پاک صاف کر کے الگ کر دے اور کافروں کو ملیامیٹ کر دے۔''

یہ چھانٹی دو اعتبارات سے ہے۔ منافق الگ ہو جائیں' کچے پکے مسلمان الگ ہو جائیں اور جو حق پر استقامت دکھانے والے ہیں ان کے بھی جوہر کھلیں۔ یہ چھانٹی اس اعتبار سے بھی ہے کہ اگر کسی بندۂ مومن کے اندر کمزوری کا کچھ میل کچیل تھا وہ صاف ہو جائے اور اس کا ایمان اور نکھر آئے۔

اگلی آیت میں ہم سب کے لئے بڑا لمحۂ فکریہ ہے' فرمایا:

''اے مسلمانو! کیا تم نے سمجھا ہے کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تک اللہ نے یہ نہیں جانا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون''۔

یعنی ابھی تو اللہ نے دیکھا ہی نہیں کہ کون ہے تم میں جو جہاد اور قتال کرنے والے ہیں' اللہ کی راہ میں جان اور مال کھپانے والے ہیں' اور ابھی تو اللہ نے دیکھا ہی نہیں کہ کون ہے جو استقامت اور صبر کا مظاہرہ کرنے والے ہیں۔

آگے فرمایا:

''اور اس سے پہلے تم لوگ بڑی تمنا کیا کرتے تھے موت کی اور اب تم نے اسے خود آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔''

غزوۂ احد میں اب تم نے موت کے ساتھ آنکھیں چار کی ہیں حالانکہ تم پہلے خود کی شہادت کی تمنا کیا کرتے تھے' لیکن محض تمنا کرنے اور عملاً موت کا سامنا کرنے میں بڑا فرق ہے۔

دعا ہے کہ اللہ ہمارے اندر بھی ایمان اور تقویٰ کا نور پیدا فرما دے۔ اور حضورؐ کا جو اُسوہ سیرت کے ان واقعات کی روشنی میں ہمارے سامنے آیا ہے اس کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اس دنیا میں ہی جان و مال کھپائیں اور اپنے اوقات لگائیں اور استقامت کا مظاہرہ کریں۔ (آمین)

خلوتِ غارِ حرا سے وہ ستاراؐ نکلا

جمیل یوسف

پھر شجاعت کا دھنی کوئی نہ ایسا نکلا
ساری دنیا کے مقابل وہؐ اکیلا نکلا

ساری دنیا کو عطا کر گیا منزل کا شعور
خلوتِ غارِ حرا سے وہ ستاراؐ نکلا

کتنے ہی سوکھے درختوں پر ثمر لے آیا
دشت سے بادِ بہاری کا وہ جھونکا نکلا

اپنے دشمن کو بھی سینے سے لگایا جسؐ نے
رہگزاروں سے محبت کا وہ دریا نکلا

اُسؐ کے اجمال کی تفصیل رقم کیا ہو گی
جو تصور بھی کیا ہم نے ' ادھورا نکلا

اُسؐ کے قامت کی بلندی کا ہو کیا اندازہ
ہر نئے دور میں وہؐ اور بھی اونچا نکلا

فلسفے جتنے تھے دنیا کے ' وہ باطل ٹھہرے
قول جو ان کا تھا ' آخر وہی سچا نکلا

ساری دنیا کے خداؤں کی چمک راکھ ہوئی
اسؐ کے ماتھے سے صداقت کا وہ شعلہ نکلا

کب ہوئی نعت میں الفاظ کی حسرت پوری
کب رہِ حرف میں ارمان قلم کا نکلا

اولین شرط ___ خلوص نیت

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

پاک بھارت مذاکرات اگلے ماہ شروع ہو جائیں گے۔ سیاسی مجبوریوں اور حکومتی مصلحتوں کے تحت پاکستان اور بھارت کی حکومتیں جو چاہیں کہتی رہیں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ مذاکرات امریکی ڈنڈے کے زور پر ہو رہے ہیں۔ پاکستان اور بھارت دونوں حکومتیں اپنی اپنی ضد پر قائم تھیں۔ دونوں کو جھنجوڑ کر اُن کے سابقہ موقف سے ہٹایا گیا ہے۔ بھارت تو سرے سے مذاکرات سے انکاری تھا۔ واجپائی الفاظ سے نہ سہی اپنے طرزِ عمل سے کہتے تھے کہ میں مشرف کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ عالمی سطح پر کسی بھی فورم میں ان کا پروگرام اس طرح ترتیب دیا جاتا تھا کہ اُن کا مشرف سے کم سے کم ٹاکرہ ہو حتیٰ کہ سربراہ ہیلو ہیلو بھی نہ ہو سکے۔ مذاکرات کے بارے میں سوال کرنے والے صحافی کو جھڑک دیتے۔ عراق کی جنگ سے چند دن پہلے ان کا یہ بیان اخبارات کی زینت بنا کہ بھارت کو پاکستان سے مذاکرات کا کہنا بالکل اسی طرح ہے جیسے بش کو صدام حسین سے مذاکرات کا کہا جائے۔ ہم اس وقت تک مذاکرات کا سوچ بھی نہیں سکتے جب تک کشمیر میں پاکستان کی طرف سے دراندازی بند نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان کو دہشت گرد ریاست قرار دینے کی گردان کی جاتی ہے۔ مذاکرات کی بات سختی سے رد کر دی جاتی۔ دوسری طرف پاکستان کی رٹ تھی کہ کشمیر کور ایشو ہے مذاکرات کا آغاز مسئلہ کشمیر سے ہونا چاہئے۔ صدر مشرف آگرہ جاتے ہوئے وزیر خارجہ کے علاوہ کسی اور وزیر کو ساتھ لے کر نہ گئے تاکہ یہ تاثر ابھرے کہ ہم کشمیر کے علاوہ کسی تجارتی اور ثقافتی معاملے پر بات ہی نہیں کرنا چاہتے لہٰذا اسی حوالہ سے پاکستان کی طرف سے مذاکرات پر بڑا اصرار رہتا اور وہ بھارت کو کارنر کرتا رہتا کہ وہ مذاکرات کرنے پر آمادہ نہیں اور بھارت سفارتی لحاظ سے زک اٹھا رہا تھا۔ پاکستان کی اس ضد کو توڑا گیا کہ کشمیر کور ایشو ہے اور جب تک کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہوتا کسی قسم کے تجارتی اور ثقافتی تعلقات بحال نہیں ہوں گے۔ فضائی رابطے اگرچہ بھارت نے منقطع کئے تھے لیکن اب انہیں بحال کرنے پر پاکستان آمادہ نہیں تھا۔ امریکہ نے آنکھیں دکھائیں تو پاکستان کشمیر سے پہلے دوسرے مسائل پر گفتگو کرنے پر تیار ہوا۔ امکان پیدا ہوا ہے کہ ایک مرتبہ پھر وہ فضا پیدا ہو جائے گی جو واجپائی کو بھاگم بھاگ لاہور لائی تھی۔ اُس وقت بھی یہ پالیسی اپنائی گئی تھی کہ فی الوقت کشمیر کے مسئلہ کو منجمد کر کے کشیدگی کو دور کر لینا چاہئے اور باقی مسائل حل کر کے فضا کو دوستانہ بنایا جائے۔ لیکن اعلان لاہور کو فوج نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اس میں کشمیر کا ذکر نہیں' لہٰذا فوج کے اصرار پر کشمیر کا سرسری ذکر اعلان لاہور میں کر دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ کشیدگی کو دور کرنے اور پُر امن دوستانہ ماحول پیدا کرنے کے لئے دونوں ممالک سنجیدہ نہیں ہیں۔ دونوں ممالک سمجھتے ہیں کہ اصل اور بنیادی مسئلہ کشمیر ہے اس کا حل نکالے بغیر کشیدگی دور نہیں ہو سکتی۔ بھارتی چال یہ ہے کہ پاکستان کو دوسرے مسائل پر مذاکرات میں الجھا دیا جائے تو اس کی توجہ کشمیر سے کم ہو گی۔ پھر ان

ابوالحسن

مذاکرات کو طول دیا جائے جس سے اندرونِ کشمیر مایوسی پیدا ہو گی۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر کشمیر کی تحریک کو دبا دیا جائے۔ چاہے اس کے لئے کس قدر ظلم و ستم کا بازار گرم کرنا پڑے اور چاہے کشمیریوں کی نسل کشی کرنی پڑے۔ اور جب کشمیر میں آزادی کی تحریک سرد پڑ جائے تو کشمیر کے مسئلہ پر وہی انداز اختیار کیا جائے جو 1989ء کی تحریک شروع ہونے سے پہلے بھارت کا تھا۔ یعنی اگر کوئی کشمیر کا نام بھی لے تو اس کے گلے پڑ جاؤ کہ تم ایک طے شدہ مسئلہ کا ذکر کیوں کرتے ہو جبکہ کشمیری یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ پاکستان اگرچہ امریکہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایسے مذاکرات پر راضی ہو چکا ہے جن میں کم از کم آغاز میں کشمیر کا ذکر نہیں ہو گا۔ پاکستان کی پالیسی یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذاکرات کو اس انداز میں بھی قبول کر لینا چاہئے تاکہ امریکہ بہادر ناراض نہ ہو اور عالمی سطح پر بھی منفی اثرات سے بچا جا سکے۔ لیکن مذاکرات کے ساتھ ساتھ کشمیر میں تحریک آزادی میں ڈھیل نہ آئے اسی لئے پاکستان نے جہادی تنظیموں کو سیز فائر کے لئے نہیں کہا۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا پر ثابت کیا جائے کہ اگر باقی مسائل مذاکرات کے ذریعے حل کر بھی لئے جائیں تب بھی کشیدگی دور کرنے میں مدد نہیں ملے گی۔ کیونکہ کشمیر میں خون بہتا رہے گا اور چونکہ امریکی مقاصد اس خطے میں پاک بھارت کشیدگی ختم کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے' لہٰذا امریکہ مسئلہ کشمیر حل کروانے پر مجبور ہو گا۔ پاکستان کے نزدیک ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے کہ مسئلہ کشمیر حل کئے بغیر کشیدگی دور کرنے کی کوششیں بے کار ہیں۔ اس لئے کہ اگر کشمیر میں بھارتی فوج ملوث رہتی ہیں تو چاہے باقی تمام مسائل حل ہو جائیں یہ حقیقت ہے کہ پاک بھارت کشیدگی ختم نہیں ہو سکے گی۔ امریکہ اس ساری صورتحال کو سمجھتا ہے' اس کے باوجود مذاکرات پر اصرار کر رہا ہے۔ اس لئے کہ امریکی پالیسی یہ ہے کہ ان کے مذاکرات شروع کرائے جائیں چاہے غیر ضروری اور سطحی قسم کے مسائل پر ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ امریکہ کی اپنی ترجیحات ہیں۔

امریکہ نے جنوبی ایشیا میں اپنی پالیسی کی ترجیحات متعین کی ہوئی ہیں۔ اولین ترجیح یہ ہے کہ کشمیر کا مسئلہ اس طرح حل ہو جائے کہ خود امریکہ کو کشمیر میں پاؤں جمانے کا موقع میسر آ جائے۔ اس لئے تھرڈ آپشن کی بات زوردار انداز میں آتی ہے تاکہ جنوبی ایشیا میں بھی ایک اسرائیل قائم کر کے چین پاکستان بھارت اور روس بلکہ وسطی ایشیا تک نگاہ رکھی جا سکے۔ لیکن امریکہ کی اس خواہش کی تکمیل اس لئے ممکن نظر نہیں آتی کہ اُس کا سٹریٹیجک پارٹنر بھارت کو یہ قبول نہیں۔

مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے حوالہ سے امریکہ کی دوسری ترجیح یہ ہو گی کہ بھارت اور پاکستان کسی ایسے حل پر متفق ہو جائیں جس پر بھارت کو کم سے کم نقصان ہو اور بھارت کے اس معمولی نقصان کی تلافی بھی کسی نہ کسی طرح کر دی جائے مثلاً اُسے سلامتی کونسل کی مستقل نشست کی آفر کی جائے وغیرہ۔ پاک بھارت کشیدگی کے ساتھ امریکہ ایک اور مسئلہ اٹکا ہوا ہے۔ امریکہ کا یہ مسئلہ بھی حل کرنا چاہتا ہے وہ یہ کہ جب کبھی امریکی پاکستان سے ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کی بات کرتے ہیں پاکستان انہیں بتاتا ہے کہ اُسے بھارت سے خطرہ لاحق ہے اور انہیں محض اپنی سلامتی کے لئے یہ

(باقی صفحہ 15 پر)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی جماعت

شاہ ولی اللہ کی خدمات کا باب ختم کرتے وقت ہم ہی نہیں' ہمارے بزرگ بھی ان کا موازنہ مجدد الف ثانی کی خدمات سے کرتے آئے ہیں۔ بعض نے لکھا کہ شیخ احمد مجدد تھے اور شاہ ولی اللہ مصلح۔ صاحب ''رودِ کوثر'' شیخ محمد اکرم کا موقف یہی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور ان کے ہم خیال مصنفین کا خیال ہے کہ شاہ ولی اللہ بھی مجدد تھے۔ لکھتے ہیں: ''گیارہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی' بارہویں صدی کے شاہ ولی اللہ' تیرہویں صدی کے سید احمد شہید اور چودہویں صدی کے حضرت شیخ الہند' ہمارے نزدیک مجدد اور مصلح کی بحث فنی اور استدلالی نوعیت کی ہے' ورنہ مجدد اور مصلح ایک ہی رتبے کے لوگ ہیں' اور تجدید کے ساتھ لفظ اصلاح مرکب ہو کر ایک ترکیب وضع ہو گئی ہے: ''تجدد و اصلاح دین''

جماعتوں کا موازنہ

البتہ مجدد اور مصلحین کا موازنہ اس نقطۂ نظر سے ہونا چاہئے کہ انہوں نے اپنے نصب العین کو اپنے بعد کے زمانے تک پھیلانے کے لئے انہوں نے اپنے پیروکاروں کی کیسی جماعت تیار کی' اور ان کی تربیت کا کیا اہتمام کیا' اور کیا ان کی جماعت ان کے تجدیدی و اصلاحی کاموں کو آگے بڑھانے میں کامیاب ہو سکی۔ حضرت مجدد کی جماعت کے بارے میں شیخ محمد اکرام رقم طراز ہیں: ''سرہند سے بے شک ایک تحریک اٹھی تھی' جس نے کئی مخلص اور سمجھدار ہستیوں کو متاثر کیا' لیکن یہ تحریک تجدیدی تھی' اصلاحی نہ تھی۔ اس کی بنیاد اپنی فوقیت کے احساس اور اغیار سے نفرت اور عداوت پر تھی۔ اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کرنا اس کا مقصد نہ تھا' اور پھر اس تحریک میں مفید ہونے کی جتنی صلاحیت تھی' اس کا راستہ واقعات نے بند کر دیا۔ مشائخیت روحانیت پر غالب آ گئی اور تجدیدی تحریک قیومیت کے سراب میں گم ہو گئی۔ جب حضرت مجدد کے فرزند خواجہ محمد معصوم کی وفات ہوئی تو ان کے وارثوں میں سے ہر ایک نام نہاد قیومیت کا دعوے دار تھا۔ سبھی آپس میں لڑ رہے ہیں کہ قیوم میں ہوں اور دنیا میرے سر پر قائم ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے بیٹے شیخ سیف الدین کو اورنگ زیب عالمگیر کے پاس ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کے لئے بھیجا تھا' لیکن جس انداز سے وہ رہتے تھے' اس کا بیان ایک معتقد کی زبان سے سنئے۔ ''روضۃ القیومیہ' رکن دوم'' میں یوں لکھا ہے:

''حضرت شیخ صاحب کے لئے سرہند میں دیبا کا ایک خیمہ جواہرات اور مروارید سے ٹکا ہوا نصیب ہوتا' جس کی چوبوں پر یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ اس خیمے کے اندر ایک جڑاؤ کرسی رکھی جاتی' جس پر آنجناب جلوہ افروز ہوتے اور جس کے گرداگرد نقیب اور چوب دار ہاتھوں میں سنہری اور روپہلی عصا لئے ہوئے کھڑے ہوتے۔ بادشاہ' شاہزادے اور امراء حاضرِ خدمت ہو کر کھڑے رہتے۔ جب تک حکم نہ ہوتا' نہ بیٹھتے۔''

اس کے برعکس شاہ ولی اللہ جماعت کے بارے میں ''رودِ کوثر'' ہی میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے' جس سے انکار کی مجال نہیں کہ ''شاہ ولی اللہ کی اولاد نے ایک ایسا نظام قائم کر دیا جو انیسویں صدی کی مذہبی کشمکش میں ہمارا سب سے بڑا ڈھال رہا ہے۔ یہ اس خاندان ہی کا فیض تھا کہ جب

سید قاسم محمود

ہندوستان میں اسلام پر عیسائی مشنریوں اور مادہ پرستوں کے حملے ہوئے تو لوگ مذہب اسلام سے واقف تھے۔ اس میں دلچسپی لیتے تھے اور مخالفوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ فرنگی محل اور اضلاع پورب کی دوسری درسگاہوں سے فقہ اور منطق کا جو سیلاب آ رہا تھا' وہ اس مذہبی کشمکش میں مفید نہ تھا' اس کے لئے روحانی اور اخلاقی قوت کی ضرورت تھی' جو فقہ اور منطق سے نہیں' بلکہ قرآن اور حدیث سے حاصل ہوتی تھی' اور انہیں اس خاندان نے جس طرح عام کیا' اس پر تاریخ گواہ ہے۔ اس خاندان نے جس طرح قوم میں نئی روح پھونک دی تھی' اس کا اندازہ سید احمد شہید رائے بریلوی کی تحریک جہاد سے ہوتا ہے۔ مغلوں کی وسیع سلطنت جاتی رہی' لیکن ان راحت طلبوں نے کروٹ نہ لی۔ مرہٹے' روہیلے' انگریز جو کوئی بھی آیا' اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا' لیکن ولی اللہ تحریک کا اثر تھا کہ لوگ اپنے گھروں سے سینکڑوں میل دور' بالاکوٹ کی پہاڑیوں میں پروانہ وار اپنی جان پر کھیلتے تھے۔ یہ کوشش ناکام رہی' لیکن کیا ان لوگوں کے ایثار' مذہبی غیرت اور اخلاقی جرأت میں کوئی شک ہے۔ ؏

سودا قمارِ عشق میں خسرو سے کوہ کن
بازی اگرچہ پا نہ سکا' سر تو کھو سکا

جماعت کے زعماء

تاریخ کی بہت بڑی کوتاہی ہے کہ اس جماعت کے تمام ارکان کی فہرست محفوظ نہیں رہ سکی' البتہ آپ کی تصانیف میں چند ایسے رفقاء کے نام ملتے ہیں' جن کی تحریک و تائید اور جن کے مشورے پر یہ کتابیں تصنیف کی گئیں۔ ان کا مختصر تعارف یہ ہے:۔

مولانا محمد عاشق: یہ قصبہ پھلت' ضلع مظفرنگر کے رہنے والے' شاہ صاحب کے ماموں زاد بھائی تھے۔ ابتدا سے شاہ صاحب کے شریک اور ساتھی رہے۔ سفرِ حجاز میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔ شاہ صاحب کی وفات کے بعد ان کے فرزند اور جانشین (شاہ عبدالعزیز) کی تربیت آپ ہی نے کی۔

مولانا نوراللہ: ساکن بڈھانہ (ضلع میرٹھ) شاہ صاحب کے شاگرد' آپ ہی کی فرمائش پر شاہ صاحب کی مشہور تصنیف ''تفہیمات الٰہیہ'' مرتب ہوئی۔ آپ شاہ عبدالعزیز کے استاد بھی ہیں اور خسر بھی۔ آپ کے صاحبزادے مولانا ہبۃ اللہ اور پوتے مولانا عبدالحیی ہیں۔ مولانا عبدالحیی سید احمد شہید کے ساتھ میدانِ جہاد میں تھے۔ صوبہ سرحد میں شہادت پائی۔

مولانا محمد امین کشمیری: شاہ صاحب کے مخلص رفیق' شاہ صاحب کی وفات کے بعد ان کی جماعت کی تربیت میں مشغول رہے۔

شاہ ابوسعید: ساکن رائے بریلی' آپ رائے بریلی کے مشہور بزرگ شاہ علم اللہ کے پوتے تھے۔ آپ ہی کے نواسے سید احمد شہید تھے' جنہوں نے انگریزی استعمار کے خلاف رائے عامہ کی تنظیم کی۔ سلطان ٹیپو شہید کا خاندان آپ سے اور آپ کے صاحبزادے شاہ ابواللیث سے بیعت تھا۔

شاہ عبدالعزیز: شاہ ولی اللہ کے بڑے صاحبزادے۔ 1746ء میں پیدا ہوئے۔ سترہ برس کی عمر میں والد کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے۔ آپ نے ساٹھ سال تک درس دیا اور علم حدیث کا فیض ملک میں عام کیا۔ ہندوستان کے اکثر محدثین کا سلسلۂ اسناد آپ تک اور آپ کے ذریعے شاہ ولی اللہ تک پہنچتا ہے۔ آپ درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں اس قدر مشغول رہے کہ تصنیف و تالیف کا زیادہ وقت نہیں ملا۔ آپ کی معلومات بے حد وسیع تھیں اور اسلامی علوم تک محدود نہ تھیں۔ آپ خود فرماتے تھے کہ جو علوم میں نے مطالعہ کئے ہیں اور اپنی استعداد کے مطابق مجھے یاد بھی ہیں' ان کی تعداد ایک سو پچاس ہے۔ آپ کی سب سے اہم کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' ہے۔ شاہ عبدالعزیز کی اولادِ نرینہ کوئی نہ تھی۔ فقط تین بیٹیاں تھیں۔ ان کی

وفات 79 سال کی عمر میں 17 جولائی 1823ء کو ہوئی۔

شاہ رفیع الدین: شاہ ولی اللہ کے دوسرے فرزند 1749ء میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز ضعیف الامری، کثرتِ امراض اور ضعف کی وجہ سے دماغی محنت اور تعلیم و تدریس کے متحمل نہ ہو سکے تو زیادہ تر یہ کام شاہ رفیع الدین ہی نے انجام دیئے۔ آپ کا سب سے اہم کام قرآن مجید کا تحت اللفظ اردو ترجمہ ہے۔ جو آج تک مقبول ہے۔ آخر عمر تک آپ خدمتِ دین میں منہمک رہے۔ ستر برس کی عمر میں 1817ء میں انتقال کیا۔

شاہ عبدالقادر: شاہ ولی اللہ کے تیسرے فرزند 1753ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں پائی اور فقہ و حدیث و تفسیر میں نام پیدا کیا۔ تحصیلِ علم سے فراغت پا کر اکبر آبادی مسجد کے حجرے میں تمام عمر بسر کر دی۔ گوشہ نشینی پسندِ خاطر تھی۔ قرآن مجید کا بامحاورہ ترجمہ یا ''موضح القرآن'' آپ سے یادگار ہے۔ آپ نے 1815ء میں 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔

شاہ عبدالغنی: شاہ ولی اللہ کے چوتھے فرزند، ان کے حالات بہت کم ملتے ہیں، لیکن اگر وہ باقی بھائیوں کی طرح مشہور نہیں ہوئے تو ان کی کمی ان کے صاحبزادے شاہ اسماعیل شہید نے پوری کر دی، جنہوں نے شاہ عبدالعزیز سے شاہ ولی اللہ کا علم و فضل سیکھ کر جمہور میں عام کیا اور ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

تربیت یافتہ علماء

شاہ ولی اللہ کے بڑے بیٹے شاہ عبدالعزیز کی تربیت گاہ سے تربیت پا کر ہندوستان کے آفتاب و ماہتاب بنے، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند قابلِ ذکر نام یہ ہیں:

تینوں بھائی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی، مولانا شاہ محمد اسحاق (شاہ عبدالعزیز کے نواسے) مولانا شاہ محمد یعقوب (شاہ عبدالعزیز کے نواسے) مولانا شاہ عبدالحی (شاہ عبدالعزیز کے داماد)۔ شاہ محمد اسماعیل (شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے) سید احمد شہید (جن کے ذکر سے آئندہ قسط کا باب کھلے گا) مولانا رشید الدین دہلوی، مفتی صدرالدین دہلوی، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، شاہ غلام علی دہلوی، مولانا مخصوص اللہ (شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے) مولانا کریم اللہ دہلوی، مولانا محبوب علی دہلوی، مولانا عبدالخالق دہلوی، مولانا حسن علی لکھنوی، مولانا حسین احمد ملیح آبادی، وغیرہ۔

تربیت کے طریقے

تربیت کے تین طریقے تھے:۔

(1) درس و تدریس: جس کا حلقہ اتنا وسیع ہوا کہ پورے ہندوستان میں ایک عالم بھی ایسا نہیں رہا، جس کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ شاہ عبدالعزیز سے نہ ہو۔ ان کے والد محترم شاہ ولی اللہ نے اپنے والد کی وفات کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں، جس کی بنیاد شاہ عبدالرحیم ڈال گئے تھے، طلبہ کو درس دینا شروع کیا۔ یہ مدرسہ اسی مقام پر تھا جہاں اب شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد کی قبریں ہیں جو مہندیوں کے نام سے مشہور ہے۔ جب شاہ صاحب کے علمی کمال کا شہرہ بڑھا اور طلبہ پورے ہندوستان سے آنے لگے اور مدرسہ رحیمیہ ان کے لئے ناکافی ثابت ہونے لگا تو محمد شاہ بادشاہ نے ایک عالیشان مکان مدرسے کو دیا۔ تب پرانا مدرسہ غیر آباد ہو گیا اور نئے مدرسے نے یونیورسٹی کی حیثیت حاصل کر لی۔ 1857ء تک یہ اپنی حالت پر قائم رہا، مگر اس ہنگامے میں یہ شاندار مدرسہ لٹ گیا۔ اس کے کڑی تختے تک اتار لئے گئے اور زمین ضبط ہو گئی۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اب یہاں پورا محلہ آباد ہے، جو اب تک مدرسہ شاہ عبدالعزیز کے نام سے مشہور ہے۔

(2) روحانی تربیت: جس کے لئے صوفیا کے طریقے اختیار کئے جاتے تھے، اور اس کا سب سے زیادہ ضروری اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ جو کچھ بتایا جاتا ہے، عملی طور پر اس کا عادی بنایا جائے۔ خود غرضی، نفس پرستی، اقتدار پسندی جیسی صفات سے دل پاک کیا جائے۔ صبر و ضبط، جفاکشی، محبت و شفقت اور ہر ایک مادی غرض سے بالا ہو کر مخلوقِ خدا کی خدمت اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

(3) عام اجتماعات: پبلک جلسوں اور عام اجتماعات میں تقریریں، شاہ عبدالعزیز کا مقررہ پروگرام تھا کہ ہفتے میں دو مرتبہ عام اجتماع میں تقریر ضرور کیا کرتے تھے۔ دہلی اور بیرون دہلی کے لوگ ان اجتماعات میں شریک ہوتے۔ پروگرام کی پابندی یہاں تک تھی کہ مرض الموت میں بھی، جب تک بولنے کی طاقت رہی، اس تقریر کے پروگرام پر عمل ہوتا رہا۔

جماعت کے تربیتی مراکز

علمی اور عملی تربیت کا سب سے بڑا مرکز دہلی تھا جس کو شاہ ولی اللہ کے بعد آپ کے جانشین شاہ عبدالعزیز نے زندہ رکھا۔ دوسرا مرکز رائے بریلی کا وہ مشہور دائرہ تھا جو ''تکیہ شاہ علم اللہ'' کے نام سے مشہور تھا۔ یہی مرکز ہے جس سے سلطان ٹیپو شہید کا روحانی تعلق تھا۔ انگریزی اقتدار و استعمار کے خلاف جب دہلی کے مرکز سے جہادِ حریت کا فتویٰ صادر ہوا تو رائے بریلی کے اسی مرکز سے انقلاب کی وہ مشہور تحریک (سید احمد شہید) اٹھی جس کو ''وہابی تحریک'' کے نام سے بدنام کیا گیا۔ اس مرکز میں کام کرنے والے نسبی لحاظ سے شاہ علم اللہ سے وابستہ تھے، لیکن علمی اور عملی لحاظ سے شاہ ولی اللہ کی تربیت گاہ سے فیض یافتہ تھے۔ علاوہ ازیں مولانا عبیداللہ سندھی نے دو مراکز کا اور پتا دیا ہے۔ مدرسہ نجیب آباد (جو نواب نجیب اللہ نے قائم کیا تھا) اور مدرسہ ملا محمد معین ٹھٹھہ سندھ۔ ایک اور مرکز کی نشاندہی مولانا سید محمد میاں نے کی ہے۔ یہ اودھ کا دارالحکومت لکھنؤ تھا جہاں شاہ ولی اللہ کے شاگرد رشید مولانا مخدوم لکھنوی نے تقریباً نصف صدی تک چشمۂ فیض جاری رکھا۔

سیاسی تحریک کی قیادت

شاہ ولی اللہ کے پیروکار اپنے استاد کی طرح یہ یقین رکھتے تھے کہ احیاء و تجدید و اصلاح کے لئے صرف درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دینی کاموں پر توجہ مرکوز رکھنا ہی کافی نہیں، سیاسی معاملات بھی ایسی نہج پر آ گئے تھے جو عامۃ المسلمین کے لئے تشویش کا باعث بنے ہوئے تھے۔ ایسی صورتِ حال میں وہ سیاست سے کیونکر بیگانہ رہ سکتے تھے۔ اس وقت مسلم حکومت ختم ہو چکی تھی، مگر مسلمانوں کے دماغ میں اب بھی الجھن موجود تھی، کیونکہ مغل بادشاہ کے اقتدار اعلیٰ کے قانونی ڈھکوسلے کو اب بھی برقرار رکھا گیا تھا۔ شاہ عبدالعزیز نے غیر مبہم الفاظ میں یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ بادشاہ قطعاً مجبور ہے۔ حقیقی طاقت انگریزوں کے ہاتھ میں ہے، جنہوں نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی بناء پر بعض علاقوں میں براہ راست اپنا نظم و نسق قائم کرنے سے احتراز کیا ہے۔ اس طرح انہوں نے مسلمانوں کی ذہنی الجھن کو دور کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ براعظم اب دارالاسلام یعنی وہ ملک جہاں اسلام کو برسرِ اقتدار یا کم سے کم آزاد سمجھا جا سکے، نہیں رہا۔ اس واقعے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انگریزوں نے مخصوص اسلامی شعائر میں مداخلت نہیں کی ہے۔ مسلمان اب دارالحرب میں ہیں یعنی ایک ایسے علاقے میں زندگی بسر کر رہے ہیں، جس پر اقتدار سے انہیں محروم کر دیا گیا ہے۔ اس فتوے میں یہ بات مضمر تھی کہ اس قسم کے علاقوں کے مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مسلم اقتدار کی بحالی کے لئے جدوجہد کریں۔ ایک اور فتوے میں شاہ عبدالعزیز نے انگریزی یا کسی اور زبان کو سیکھنا یا کسی شعبۂ علم کو حاصل کرنا جائز قرار دیا، بشرطیکہ اس کا مفید اور جائز استعمال مقصود ہو۔ لیکن اگر مقصود یہ ہو کہ اس علم کو انگریزوں کے دلوں میں جگہ حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جائے یا کسی ذلیل یا ناجائز قسم کی ملازمت تلاش کی جائے تو اس کا حصول جائز نہیں ہے۔ انگریزوں کی ملازمت صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ مفوضہ فرائض معاشرے کے لئے مفید ہوں، مثلاً چوروں اور ڈاکوؤں کا انسداد کرنا یا اسلامی شریعت کو بیان کرنا اور نافذ کرنا، لیکن اگر ملازمت کے بعد

(باقی صفحہ 10 پر)

بابا جی!

آقائے نامدار ﷺ کا ارشاد ہے:

"جو کاہن (نجومی) سے رجوع کرتا اور اس کی باتوں کو سچ سمجھتا ہے وہ محمد ﷺ پر جو نازل ہوا ہے' اس سے انکار کرتا ہے۔"

آج نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں موجود پاکستانی کمیونٹی میں تصوف' روحانیت اور سلوک کے نام پر انتہائی غلیظ کھیل جاری ہے۔ اخبارات و جرائد چاہے پاکستان سے نکلتے ہوں یا امریکہ سے سب میں آپ کی ہر تمنا صرف سات دن میں پوری ہوگی' روحانی ڈاک' آپ کے مسائل اور ان کا حل' یہ ہفتہ کیسا رہے گا اور جام جہاں نما پر مشتمل مواد ضروری سمجھا جانے لگا ہے۔ ان کالموں میں جو زریں مشورے دیئے جاتے ہیں اور جس قسم کے سوالات خواتین ان نامحرم مردوں سے پوچھتی ہیں وہ پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

1) میری شادی کب ہوگی' جس سے ہوگی اسکے نام کا پہلا حرف کیا ہوگا' ساس سے علیحدگی کی کوئی صورت ہو سکے گی۔ جواباً باباجی فرماتے ہیں کہ' آپ کی شادی کا امکان جلد ہے' جس سے ہوگا اس کے نام کا پہلا حرف ا'ش'م'ط اور ف میں سے کوئی بھی ہوسکتا ہے' (باقی رہ کیا گیا) خود اعتمادی سے کام لیں اور مبارک نگ مرجان چاندی کی انگوٹھی میں جڑوا کر کسی بھی منگل کے روز تقریباً نو بجے صبح سیدھے ہاتھ کی چھنگلی کے ساتھ والی انگلی میں پہن لیں۔

۲) بہن کا وزن زیادہ ہے' اسی موٹاپے کی وجہ سے ان کی منگنی ٹوٹ چکی ہے' کوئی حل بتائیں۔ اب ذرا دل تھام کر حل ملاحظہ فرمایئے۔ "اندھیری رات میں' اندھیرے کمرے میں سیاہ لباس میں تنہائی میں مراقبہ کریں اور تصور کریں کہ آسمان سے سیاہ شعاعوں کی لکیر سیدھی آپ پر پڑ رہی ہے' مراقبے کا دورانیہ دس منٹ سے زیادہ نہ ہو۔"

میری ناچیز رائے میں تو اس قسم کا مراقبہ کرنے والے موٹاپے کے بجائے جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں' ایک وہ جو خود سوچتے اور سمجھتے ہیں اور دوسرے وہ جن کے لئے دوسرے سوچتے اور سمجھاتے ہیں۔ روحانیت اور تصوف کو کاروبار بنوانے میں موخرالذکر کا بڑا حصہ ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو برجوں' ستاروں اور ہاتھ کی لکیروں میں مستقبل کا حال ڈھونڈتے ہیں اور ان کے ستارے بقول نجومی ہمیشہ گردش میں ہی رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی صوفی کا بندہ ہے تو کوئی کرامت کا۔ پیر و مرشد یعنی "باباجی" کو یہ مشکل کشا گردانتے ہیں اور مزاروں' خانقاہوں پر عرس اس شان سے مناتے ہیں کہ ملک بھر سے ناچنے گانے والیوں کی ہمراہی میں مزاروں پر دھما چوکڑی کے لئے حاضر ہوجاتے ہیں۔ ان مزاروں پر شیرینیاں بٹتی ہیں' جیبیں کٹتی ہیں' دھمالیں پڑتی ہیں اور کبھی بہشتی دروازہ بھی سر پر آن پڑتا ہے غرض کہ قیامت کا شور و غوغا ہوتا ہے کہ جب برائی عام ہوجائے تو دستور بن جاتی ہے اور اس پر معروف کا دھوکا ہونے لگتا ہے پھر آنکھ سلوک کے نام پر عوام فریبی کا پیشہ اختیار کرنے والے اور کشف و کرامت کے پھندے سے لوگوں کا گلا گھونٹنے والے جعل ساز باباجی کو

رعنا ہاشم خان

پہچاننے سے قاصر ہوجاتی ہے۔ خواتین جن کے لئے حرام ہے کہ وہ کسی نامحرم مرد کو ہاتھ لگائیں اور مرد کے لئے بھی حرام ہے کہ وہ ایسا کرنے کی اجازت دے لیکن یہ باباجی اپنی خواتین مرید کو بھی اس شیطانی پریکٹس سے منع نہیں کرتے اور یہ مریدنیاں پیر و مرشد کے ہاتھ پاؤں چھوتے اور چومتے نہیں تھکتیں۔ لاہور کے مشہور کنگ آف روحانیت شمس الدین عظیمی جو آج کل صاحب فراش ہیں کچھ عرصے پیشتر ہر سال امریکہ کے "روحانی دورے" پر تشریف لایا کرتے تھے۔ ان کے مریدوں میں حسب روایت اکثریت خواتین کی ہے۔ باباجی کی امریکہ آمد پر خواتین بے حال ہوجایا کرتی تھیں۔ کئی خواتین کی ازدواجی زندگی اس وجہ سے شدید متاثر ہوئی کہ وہ شوہر کی مرضی کے خلاف باباجی کی قدم بوسی کو حاضر ہوتی تھیں۔ لیکن ان نام نہاد روحانی پیشواؤں نے کبھی اپنی ان دیوانیوں کو اس عمل سے باز آجانے کی نصیحت نہیں کی' سادہ لوح لوگوں کو مراقبوں اور عملیات کے ذریعے کائنات میں ملائکہ کی آمد و رفت کا مشاہدہ کروانے کے دعوے دار نے شریعت میں موجود شوہر کے حقوق سے ان کو کبھی آگاہ نہیں کیا۔ وہ اس لئے کہ سچے پیر کی پہچان یہ ہے کہ اسے دیکھ کر خدا یاد آئے' اسے پیری جتانے کا شوق نہ ہو اور اسے دوسروں کے مال و دولت سے رغبت نہ ہو جبکہ آج کے ان نام نہاد پیروں اور باباؤں کو شریعت کے اصول اپنے مریدوں کو بتا کر بھلا ہر سال امریکہ کے فری ٹکٹ سے ہاتھ دھونے ہیں اور ریڈ کارپٹ ویلکم کو ٹھوکر مارنا ہے۔ ان باباؤں نے مسلمانوں کو کمزور کر کے رکھ دیا۔ ان کے ماروں نے یہ تو سیکھا کہ خاندان کی پرورش اور اس کے لئے کمانا اولین جہاد ہے لیکن یہ نہ سیکھ سکے کہ اللہ کے دین کو زمین پر نافذ کرنا اور قائم رکھنا اصل جہاد ہے۔ عبادت و زہد کے نام پر تصوف کی بصرہ سے اٹھنے والی تحریک کفر و بدعات میں ڈھلتی چلی گئی اور یوں امت کے لئے عظیم نقصان کا باعث بن گئی۔ اسکا آغاز بے شک عبادت میں زیادتی کے ساتھ ہوا تھا لیکن یہ کرپشن کی طرف مڑتی چلی گئی اور کرپٹ باباؤں کا جال بچھتا چلا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بنیاد شریعت کے تابع نہیں تھی۔ بلکہ انسانی جذبات کی مرہون منت تھی۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس چیز (دین و شریعت) کے تابع نہ ہوجائے جو میں لایا ہوں۔" بانی تنظیم اسلامی اپنی تصنیف "حقیقت تصوف" میں لکھتے ہیں: "کس قدر خود غرضی کا مظاہرہ کرتا ہے وہ شخص جو برس ہا برس جنگلوں اور ویرانوں میں مخالفت نفس کے لئے مشقیں جھیل رہا ہے' خود کو مانجھ رہا ہے' رگڑ رہا ہے' اور دوسری طرف کروڑوں انسان مسلسل ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں"۔ آج روحانیت ہو یا صوفی ازم یہ ان تمام لوگوں کے لئے جائے پناہ کی حیثیت رکھتے ہیں جو دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کرنے اور ان کے حل میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا تصوف و روحانیت کی چادر کا بکل مار کر خود کو "شیخ" کی پناہ میں دے کر ہر فکر و غم سے آزاد ہوجاتے ہیں۔ یہ چونکہ اس صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں جو حالات کے مد مقابل لاکھڑا کرے چنانچہ شارٹ کٹ اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں یہ مراقبے میں جا کر قطعاً اس ذمے داری سے سبکدوش ہو بیٹھتے ہیں جو ان پر بحیثیت مسلمان اور انسان عائد ہوتی ہے۔ ان نیم تاریک مراقبہ ہالوں میں جلتی لوبان اور اگربتیوں کی بو ان کو اس احساس سے کہیں پرے لے جاتی ہے جو آج دنیا میں مسلمانوں کی حالت زار پر کسی بھی دردمند' اسلام پسند مسلمان کے دل و دماغ میں تہلکہ مچائے ہوئے ہے۔ اسلام دشمنوں نے تصوف و روحانیت کی آڑ لے کر اسلامی اقدار پر کئی فتنوں کی شکل میں ضرب لگائی جن میں ایک فتنہ انکار حدیث بھی ہے۔ اس کی وجہ سے کئی فرقے وجود میں آئے۔ تصوف کی پرورش اور نشوونما جس دور میں ہوئی اس میں بادشاہوں کے درباروں میں جادو کا مظاہرہ روزمرہ کی تفریح میں شامل تھا۔ جبکہ اسلام میں جادو کفر کے زمرے میں آتا

ہے۔لیکن اس کا فلیور بھی تصوف میں شامل کیا گیا اور یوں تصوف نے ایک ایسے ملکنگ پاٹ کی صورت اختیار کر لی جس میں بدعات، روحانیت، سلوک، جادو اور فرقوں کی کھچڑی پک کر رہ گئی۔اس ملکنگ پاٹ کے ذریعے مسلمانوں کو قرآن و سنت کی تعلیمات سے دور کیا گیا۔اور اللہ اور اس کے رسول کی بجائے شیخ کی پیروی سکھائی گئی۔ان شیخوں، پیروں اور باباؤں کے معتقدین میں دوسرے مذاہب کے پیروکار بھی شامل ہوتے چلے گئے کہ مراقبہ ان سب کو مرغوب ہے۔جس کے ذریعے بے حسی کی بھنگ پلا کر آنکھیں بند کرا کر موسیقی کی لے پر جنت کی سیر کرائی جاتی ہے کہ میوزک کے بغیر ان کی مشقیں ادھوری ہیں۔چند برس پیشتر امریکہ میں نقشبندی طریق امریکہ کے لیڈر نے میڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا تھا:

"تصوف میں آج ضروری ہو گیا ہے کہ آپ روحانیت اور مادیت دونوں سے مالا مال ہوں، صوفی صرف روحانی خوشی دے سکتا ہے لیکن میوزک دونوں طرح کی یعنی مادی اور روحانی خوشی کا باعث ہے۔میڈونا کے گانے مادی زندگی میں چار چاند لگا دیتے ہیں، ہم اسی لئے میڈونا کو غلط نہیں کہہ سکتے کہ موسیقی کی تال پر جب تک حال نہ چڑھ جائے ہم خود کو مکمل نہیں کہتے اور چونکہ صوفی نہ اعتراض کرتے ہیں اور نہ ٹھکراتے ہیں لہٰذا جب میرے بچے ایم ٹی وی دیکھتے ہیں تو میں بھی ان کے ہمراہ اس خوشی میں شریک ہو جاتا ہوں۔"

ان کے ان زریں خیالات کو سننے کے بعد امریکہ میں نقشبندی طریق کے شیخ کو اس وقت کے امریکی صدر بل کلنٹن نے داد و تحسین سے نوازا تھا اور بھلا کیوں نہ نوازتے کہ جس "اسلام" کی انہوں نے عکاسی کی تھی وہ ان کافروں کی خواہشات کے عین مطابق تھا۔یقیناً ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ اس کا حل کیا ہے، علاج کیا ہے۔ڈاکٹر اسرار احمد اپنی کتاب حقیقت تصوف میں رقم طراز ہیں کہ:

"علاج کے ضمن میں پہلا نکتہ رجوع الی القرآن ہے، اور دوسرا یہ ہے کہ مخالفت نفس کے لئے دوبارہ دعوت و اقامت دین کی جدوجہد کی طرف پلٹا جائے۔فی الوقت دین غالب نہیں ہے اور دعوت و اقامت دین کی جدوجہد اس وقت فرض عین بن چکی ہے۔اس جدوجہد میں آپ جتنا گڑ ڈالیں گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔آپ جتنی قربانی دیں گے اتنا ہی اپنی روحانی ترقی کا راستہ کھولیں گے۔جتنی نفس کی مخالفت کریں گے اتنی ہی ارتقائے روحانی کی منازل طے ہوں گی"۔

درحقیقت اسلام ہمارے لئے کافی ہے۔یہ صرف شیطان ہے جو ہم کو ہمارے دین سے گمراہ کر دینے کی کوششوں میں ہمہ وقت مصروف عمل ہے۔شیطانی چکروں میں پھنس کر ہم تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں۔حدیث نبوی ﷺ ہے کہ:

"میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے (وہ چیزیں یہ ہیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت"۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دونوں چیزیں مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے اور "باباجی" کے جال میں گرفتار ہونے سے اپنی پناہ میں رکھے۔آمین!

بقیہ: تاریخ تحریک احیائے اسلام

ایسا ذلت آمیز رویہ اختیار کرنا ضروری ہو، جس سے ایک مسلمان کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہو یا انگریزوں کے ساتھ ناجائز سرگرمیوں میں تعاون ضروری ہو تو ایسی ملازمت ممنوع ہے۔مسلمانوں کو ہلاک کرنے یا مسلم حکومت کی تخریب کرنے اور عقائد باطلہ اور غیر اسلامی اعمال کی نشر و اشاعت کے لئے انگریزوں سے تعاون کرنا ایک ایسا گناہ کبیرہ ہے جو تقریباً ارتداد کے مترادف ہے۔

صرف فتوؤں ہی سے مقصد بر آوری نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے کسی اور عملی اقدام کی بھی ضرورت تھی۔مگر اس قسم کی سیاسی سرگرمی صرف عوام کی حمایت ہی سے ممکن تھی۔مسلم حکمران انگریزوں کے اس قدر مطیع تھے کہ ان سے فائدے کی امید رکھنا عبث تھا۔اگر سیاسی انقلابی تحریک کو مقبول عام بنانا تھا تو اس کی تنظیم اور منصوبہ بندی بڑی احتیاط کے ساتھ ہونی چاہئے اور اسے معتمد اور لائق رہنماؤں کی قیادت میں چلنا چاہئے تھا۔بڑی توجہ کے ساتھ زمین ہموار کرنے، لوگوں کو حمایت کے لئے تیار کرنے، روپیہ اور رضا کاروں کی فراہمی کے لئے جگہ جگہ مرکز قائم کرنے اور ممکن الحصول مقاصد معین کرنے کی ضرورت تھی، اور اس کام کی تکمیل کے بعد تحریک کو اعلانیہ شروع کرنا تھا۔

اس زمانے میں رسل و رسائل کے ذرائع سست اور محدود تھے۔فاصلے طویل تھے اور نشر و اشاعت کے وسیع ذرائع انتہائی محدود تھے۔تاہم شاہ عبدالعزیز اور ان کے رفقاء کار نے آہستہ آہستہ بڑے صبر و تحمل کے ساتھ ان مشکلات پر قابو پالیا۔ان کی موقع شناسی اور ان کے طریقہ ہائے کار اپنی محتاط روش کے لئے قابل تعریف ہیں، کیونکہ انہوں نے مداخلت کا کوئی بہانہ انگریزوں کے ہاتھ نہیں آنے دیا۔اگر تحریک کو آگے چل کر ایک مسلح بغاوت کی شکل اختیار کرنی تھی تو اس مقصد کے لئے ایک فوجی قائد کو تلاش کرنا یا تربیت دینا ضروری تھا۔وہ ایک ایسا آدمی ہونا چاہئے جو روحانی اوصاف سے متصف ہو، ایماندار، مخلص اور بہادر ہو اور اسلام اور اس تحریک کے اعلیٰ مقصد سے والہانہ شیفتگی رکھتا ہو۔مسلم امراء کے زوال پذیر پسماندگان اس قسم کا قائد پیدا نہیں کر سکتے تھے۔اس کا ظہور کسی ایسے طبقے سے ہونا تھا جو ماحول کے عام سماجی امراض سے اب بھی مامون و محفوظ ہو۔

حسنی سیدوں کا ایک خاندان لکھنؤ سے 49 میل کے فاصلے پر رائے بریلی میں آباد تھا۔شاہ ولی اللہ کے خاندان سے ان لوگوں کی رشتہ داری تھی۔اس خاندان کے ایک فرزند سید احمد کے لئے ازل سے یہ سعادت مقدر تھی کہ وہ تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کرے۔کیسا کردار؟ اس کی وضاحت کے لئے آئندہ سے ایک نیا باب کھلے گا۔ہم بھی ایک ادنیٰ سپاہی کی طرح بجائے تلوار کے قلم ہاتھ میں لئے ان کی قیادت میں اس وقت تک چلتے جائیں گے جب تک وہ چاہیں گے۔(جاری ہے)

مآخذ

"تاریخ تحریک احیائے اسلام" کے سلسلے کا باب "شاہ ولی اللہ" آٹھ قسطوں میں مکمل ہوا جو "ندائے خلافت" کے شمارہ نمبر 9 سے شمارہ 17 تک پھیلا ہوا ہے۔اس باب کی تحقیق و تصنیف کی خاطر جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا، ان کی فہرست یہ ہے:

تاریخ دعوت و عزیمت......سید ابوالحسن ندوی
علمائے ہند کا شاندار ماضی......مولانا سید محمد میاں
شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک......مولانا عبیداللہ سندھی
شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریئے......شمس الرحمن محسنی
تحریکات ملی......ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری
رود کوثر......شیخ محمد اکرام
تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ......مولانا مناظر احسن گیلانی
شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان......حکیم محمود احمد برکاتی
تجدید و احیائے دین......مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
استحکام پاکستان......ڈاکٹر اسرار احمد
حریت فکر کے مجاہد......پروفیسر وارث میر
آزادی کی تحریکیں......عبیداللہ قدسی
ملت اسلامیہ: تہذیب و تقدیر......سراج منیر
اردو دائرہ معارف اسلامیہ (متعلقہ جلدیں) پنجاب یونیورسٹی
ماہنامہ "میثاق" لاہور......متفرق شمارے

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟
اے مسلمان! اپنے دل سے پوچھ ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم؟

مشورہ اور اس سے متعلق مسائل

مولانا مفتی محمد شفیعؒ

<u>لفظ امر اور شوریٰ کی تحقیق</u>: لفظ امر کا اطلاق عربی زبان میں کئی معنوں کے لئے ہوتا ہے۔ ایک عام معنی میں آتا ہے جو ہر مہتم بالشان قول و فعل کو شامل ہے۔ دوسرا اطلاق بمعنی حکم اور حکومت ہے۔ جس پر قرآن میں لفظ اولی الامر محمول ہے۔ تیسرا اطلاق حق تعالیٰ کی ایک مخصوص صفت کے لئے ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی بہت سی آیات میں آیا ہے۔ مثلاً **الہ لہ الخلق والامر**' **الیہ یرجع الامر کلہ**' **ان الامر کلہ للہ**' **امرہ الی اللہ** اور محققین کے نزدیک **قل الروح من امر ربی** میں بھی یہی مراد ہے۔ اب قرآن کے ارشاد **وشاورھم فی الامر** اور **امرھم شوریٰ بینھم** میں دونوں معنی کا احتمال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پہلے ہی معنی مراد ہیں اور دوسرے معنی میں بھی اس میں شامل ہیں تو یہ بھی کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ حکم اور حکومت کے معاملات بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لئے امر کے معنی ان آیات میں ہر اس کام کے ہیں جو خاص اہمیت رکھتا ہو' خواہ حکومت سے متعلق ہو' خواہ معاملات سے اور لفظ شوریٰ' مشورہ' مشاورت کے معنی ہیں' یعنی کسی قابل غور معاملہ میں لوگوں کی آراء حاصل کرنا۔ اس لئے **وشاورھم فی الامر** کے معنی یہ ہوئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ قابل غور معاملات میں جن میں حکومت کے متعلق معاملات بھی شامل ہیں' صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا کریں یعنی ان حضرات کی آراء معلوم کیا کریں اس طرح سورۂ شوریٰ کی آیت **وامرھم شوریٰ بینھم** کے معنی یہ ہوئے کہ ہر قابل غور معاملے میں جس کی کوئی اہمیت ہو' خواہ حکم و حکومت سے متعلق ہو یا دوسرے معاملات سے ان میں سچے مسلمانوں کی عادت مستمرہ یہ ہے کہ باہم مشورہ سے کام کیا کرتے ہیں۔

<u>مشورے کی شرعی حیثیت</u>: اس بارے میں قرآن کریم کے ارشادات مذکورہ احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسے معاملے میں جس میں آراء مختلف ہو سکتی ہیں خواہ وہ حکم و حکومت سے متعلق ہو یا کسی دوسرے معاملے سے باہمی مشورہ لینا رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی سنت اور دنیا و آخرت میں باعث برکات ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی تاکید آئی ہے اور جن معاملات کا تعلق عوام سے ہے جیسے معاملات حکومت ان میں مشورہ لینا واجب ہے۔ (ابن کثیر)

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور باہم مشورہ کرنے کے بعد اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو صحیح اور مفید صورت کی ہدایت مل جاتی ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ جب تمہارے حکام تم میں سے بہترین آدمی ہوں اور تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملات آپس میں مشورہ سے طے ہوا کریں' تو زمین کے اوپر رہنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جب تمہارے حکام بدترین افراد ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے اندر دفن ہو جانا تمہارے زندہ رہنے سے بہتر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم پر خواہش پرستی غالب آ جائے اور بھلے برے اور نافع و ضر سے قطع نظر کر کے محض عورت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے معاملات اس کے سپرد کر دو تو اس وقت کی زندگی سے تمہارے لئے موت بہتر ہے ورنہ مشورے میں کسی عورت کی بھی رائے لینا کوئی ممنوع نہیں۔ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے ثابت ہے اور قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کی جس آیت **عن تراض منھما وتشاور** یعنی بچہ کا دودھ چھڑانا باپ اور ماں کے باہمی مشورے سے ہونا چاہئے۔ اس میں چونکہ معاملہ عورت سے متعلق ہے اس لئے خاص طور پر عورت کے مشورے کا پابند کیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ **المستشار موتمن اذا یستیشر فلیشرہ بما ھو صانع لنفسہ** یعنی جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس معاملہ میں جو کام وہ اپنے لئے تجویز کرتا ہے وہی رائے دوسرے کو دے۔ اس کے خلاف کرنا خیانت ہے۔ یہ حدیث طبرانی میں معجم اوسط میں بسند حسن حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ (مظہری) البتہ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مشورہ صرف انہیں چیزوں میں مسنون ہے جن کے بارے میں قرآن و حدیث کا کوئی واضح حکم قطعی موجود نہ ہو' ورنہ جہاں کوئی قطعی اور واضح حکم شرعی موجود ہو اس میں کسی مشورے کی ضرورت نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس میں مشورہ کرے کہ نماز پڑھے یا نہیں' زکوۃ دے یا نہیں' حج کرے یا نہیں' یہ مشورے کی چیزیں نہیں۔ شرعی طور پر فرض قطعی ہیں۔ البتہ اس میں مشورہ کیا جا سکتا ہے کہ حج کو اس سال کیا جائے یا آئندہ' اور پانی کے جہاز سے جائے' ہوائی جہاز سے' خشکی کے راستے سے یا کسی دوسرے طریق سے۔ اس طرح زکوۃ کے معاملے میں یہ مشورہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کو کہاں اور کن لوگوں پر خرچ کیا جائے۔

ایک حدیث میں اس کی تشریح خود رسول کریم ﷺ سے منقول ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جس کا حکم صراحتاً قرآن میں نازل نہیں ہوا اور آپ سے بھی اس سے متعلق کوئی ارشاد ہم نے نہ سنا ہو تو ہم کیا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے کام کے لئے اپنے لوگوں میں سے عبادت گزار فقہا کو جمع کرو' اور ان کے مشورے سے فیصلہ کرو' کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔ اس حدیث شریف سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ مشورہ صرف دنیوی معاملات میں ہی نہیں بلکہ جن احکام شریعہ میں قرآن و حدیث کی صریح نصوص نہ ہوں ان احکام میں بھی باہمی مشورہ مسنون ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مشورہ ایسے لوگوں سے لینا چاہئے جو موجودہ لوگوں میں تفقہ اور عبادت گزاری میں مصروف ہوں۔ (اخرجہ الخطیب کذافی الروح)

نیز خطیب بدادیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ **استرشدوا العاقل ولا تعصوہ فتندموا** یعنی عقلمند سے مشورہ لو اور اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانی پڑے گی۔ ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ مجلس شوریٰ کے ارکان میں دو وصف ضروری ہیں۔ ایک صاحب عقل و دانا ہونا' دوسرے عبادت گزار ہونا۔ جس کا حاصل ہے ذی رائے اور متقی ہونا اور اگر مسئلہ شرعی بھی ہے تو فقیہ ہونا بھی لازم ہے۔ (ماخذ تفسیر معارف القرآن)

خودی کا سرنہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں' لا الہ الا اللہ
کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
فریب سودوزیاں! لا الہ الا اللہ

تنظیم اسلامی کی دعوت اور طریق کار [1]

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے نئے قارئین کے لئے قسط وار سلسلہ

محمد اشرف ڈھلوں

ہر شخص کا مقصد نفع کا حصول ہے۔ وہ خیر' بھلائی اور فائدے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اور نقصان سے بچنے کے لئے سعی کرتا ہے۔ معاشیات کا ایک بنیادی اصول ہے:

"Everybody wants to get maximum possible satisfaction from his scarce resources."

''ہر شخص اپنے محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک تسکین حاصل کرنا چاہتا ہے۔''

مذکورہ بالا اصول معاشیات سے جو بات اخذ کی جا سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ 1۔ ہر شخص کے وسائل محدود ہیں۔ 2۔ وہ اپنے محدود وسائل کو استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک تسکین اور نفع حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ہم تجرباتی طور پر جانتے ہیں کہ ہر شخص اُسی مقصد کے لئے سعی و جہد کرتا ہے' جس میں وہ اپنے لئے نفع اور خیر سمجھتا ہے۔ یہ الگ معاملہ ہے کہ ایک شخص اپنی تسکین مال و دولت کے حصول میں سمجھتا ہے۔ دوسرا کسی اعلیٰ منصب کا حصول اپنے لئے نفع کا باعث سمجھتا ہے۔ کوئی عزت و شہرت کو ترجیح دیتا ہے کوئی مختلف قسم کی عیاشیوں کو اپنے لئے باعث مسرت سمجھتا ہے اسی طرح ایک شخص نشہ آور اشیاء کا استعمال تسکین بخش سمجھتا ہے حالانکہ دوسروں کی نظر میں نشہ آور اشیاء کا استعمال نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

مختصراً یہ کہ ہر شخص کی خواہش ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نفع اور تسکین حاصل کرے اور اُسی شے کے حصول کے لئے وہ کوشش کرتا ہے جس میں وہ نفع اور تسکین سمجھتا ہے اور اپنے موجود وسائل و ذرائع بھی اُن کے لئے خرچ کرتا ہے۔

ایک مسلمان سمجھتا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے' اُسی ذات نے اس کائنات اور خصوصاً انسان کو بامقصد پیدا فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید کے مطابق اس دنیوی زندگی کا مقصد انسانوں کی آزمائش ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے موت و حیات اس لئے پیدا فرمائی ہے کہ انسان کی آزمائش کرے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو استعمال کر کے اُسے راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے' تاکہ آزمائش میں سرخرو ہو جائے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق انسانوں کو تمام صلاحیتیں اور نعمتیں حتیٰ کہ مصیبتیں بھی آزمائش کے لئے دی جاتی ہیں۔ کسی کو دولت دے کر آزماتا ہے اور کسی سے دولت چھین کر' کسی کو صحت اور کسی کو بیماری کے ذریعے اور کسی کو عزت و شہرت دے کر آزمایا جاتا ہے۔ بقول اقبال۔

قلزم ہستی سے تو اُبھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

جو لوگ اس زندگی کی آزمائش میں پورے اتریں گے وہ کامیاب ہوں گے۔ وہ نفع مند ہوں گے اور وہی حقیقتاً نقصان سے بچنے والے ہوں گے اور انہی کو مکمل تسکین مل سکے گی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

﴿یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ (التغابن : ۹)

''وہ دن جس دن سارے انسانوں کو (میدان حشر میں) جمع کیا جائے گا۔ وہ دن کامیابی یا ناکامی کا دن ہوگا''۔

جن لوگوں کو قیامت کے دن کامیاب قرار دیا گیا حقیقتاً وہی تا ابد کامیاب ہوں گے اور انہیں ہی تسکین کامل اور دائمی راحت میسر ہوگی۔ اور جن کو ناکام قرار دیا گیا دراصل وہی ناکام اور دائمی ذلت و رسوائی اور تکلیف و پریشانی میں ہوں گے۔

انسانی فطرت و جبلت میں مضمر تمام خواہشات کی تسکین اسی شخص کے مقدر میں ہوگی جو قیامت کے دن کامیاب قرار دیا جائے گا اور جو ناکام و نامراد قرار دیا جائے گا وہی دراصل انتہائی ذلت و رسوائی کا سامنا کرے گا۔

اب وہ شخص جس کو قرآن مجید کی بات پر یقین ہے' جب وہ یہ بات سمجھتا ہے کہ موجودہ دنیوی زندگی کی آسائشیں اور راحتیں نہ صرف عارضی ہیں بلکہ یہ تو میرے لئے آزمائش ہیں اور اصل نعمتیں صرف آخرت ہی میں میسر ہوں گی وہ اپنی حقیقی کامیابی (آخرت کی کامیابی) کے لئے کوشاں ہوگا' اپنے محدود وسائل کو اپنی حقیقی تسکین و راحت کے لئے صرف کرے گا۔

جو شخص حقیقی تسکین اور راحت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اپنے مالک اور رب کو راضی کرنا ہوگا' تبھی وہ کامیاب ہو سکے گا اور اس کے لئے رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اپنے فرائض کو ادا کرنا لازمی و ضروری ہوگا۔

وہ فرائض جنہیں ادا کر کے اپنے رب کو راضی کیا جا سکتا ہے وہ قرآن مجید کی نظر میں حسب ذیل ہیں:

1۔ سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ انسان خود اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ بن جائے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ: ۲۱)

''اے انسانوں اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

وہ ذات پاک جس نے انسان کو زندگی عطا فرمائی ہے اور زندگی کو برقرار رکھنے اور نشو و نما دینے کے لئے بے شمار وسائل و ذرائع مہیا کر دیئے ہیں۔ انسان پر لازم ہے کہ اس خالق و مالک کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور عملی زندگی میں اس کی مرضی کے مطابق چلے۔ جس چیز کا مالک حکم دے اس پر عمل کرے' جن سے مالک روک دے اس سے رک جائے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ ''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔''

عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ:

العبادة تجمع اصلین غایة الحب مع غایة الذل

عبادت دو چیزوں سے مل کر بنتی ہے' انتہائی زیادہ محبت اور انتہائی زیادہ عاجزی و انکساری۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے انتہائی زیادہ عاجز اور مسکین بن کر رہے' اس کا ہر حکم عملاً تسلیم کرے' جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے باز آ جائے تو یہ عاجزی تسلیم ہو گی۔ البتہ یہ عجز و انکساری اور اطاعت خداوندی محبت کے جذبہ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ بلکہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونی چاہئے قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿والذین امنوا اشد حباً للہ﴾ کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت ہوتی ہے۔ جب بندہ محبت کے جذبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا ہے تو یہ عین عبادت ہے۔

محبت و عجز کا تقاضا ہے کہ ہر حکم ذات پاک کا مانے اس کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھائے۔ ساری زندگی میں اس کے جملہ احکامات کی پابندی کرے۔ ﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً﴾ ''اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ' ایسا نہ ہو کہ کچھ باتیں اللہ تعالیٰ کی مان

لے اور کچھ معاملات میں اپنے نفس حیوانی کی پیروی کرے ایسا کردار اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ O﴾

(البقرہ: ۸۵)

''تمہارا یہ رویہ کہ تم بعض احکامات کو مان لو اور بعض احکامات کا انکار کر دو اس کی جزا صرف یہ ہے کہ تمہیں دنیا میں ذلیل و خوار کر دے اور قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں جھونک دے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔''

ہم مسلمان اس وقت تعداد کے اعتبار سے دنیا میں سوا ارب سے زیادہ ہیں۔ پچاس سے زیادہ ممالک پر مسلمان قابض ہیں۔ تیل جیسی معدنی دولت سب سے زیادہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ بہترین جغرافیائی خطے ان کے زیر نگیں ہیں۔ کروڑہا طاقتور اور ذہین جوان موجود ہیں غرضیکہ جن عوامل کی بنیاد پر دنیا میں ترقی و عروج ملتا ہے' وہ سب مسلمانوں کے پاس موجود ہیں لیکن عزت نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہے۔ ہر جگہ انہیں کچلا جا رہا ہے۔ ان کی عزتیں اور عصمتیں پامال کی جا رہی ہیں۔ ذلیل و رسوا مسلمان ہو رہے ہیں۔ دنیا کی اجتماعی پنچائیت (اقوام متحدہ) میں مسلمانوں کی قطعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے معاملات و وسائل کا فیصلہ کافر اور غیر مسلم کر رہے ہیں۔

ایسی ذلت و رسوائی کا سبب مذکورہ بالا آیت میں واضح ہے کہ کیونکہ ہمارا کردار یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعض احکامات پر عمل پیرا ہیں اور بے شمار احکامات کی عملاً مخالفت کر رہے ہیں۔ اس طرح ہم اللہ کے قانون کی زد میں ہیں اور دنیا میں ذلیل و رسوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون کسی قوم کے لئے بھی تبدیل نہیں ہوتا۔ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا O﴾ ''اور تم اللہ کے قانون میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔''

نتیجہ یہ نکلا کہ جزوی اطاعت اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کلی اطاعت کریں۔ اس کے سامنے جھک جائیں۔ اس کے احکامات کو مانیں تو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہمارا مقدر ہوگی' ورنہ دونوں جہانوں میں خسارا اور نقصان ہی نصیب ہوگا۔ پہلا فرض یہ ہوا کہ اپنی انفرادی زندگی میں انسان ایک طرف عبادات (یعنی نماز' روزہ' زکوۃ اور حسب استطاعت حج) کا پابند ہو اور پھر معاملات زندگی میں بھی اس کے احکامات کی پابندی کرے۔ رزق حلال کمائے' جوا' سٹہ' رشوت' سود وغیرہ جیسے حرام ذرائع سے رزق نہ کمائے۔ امانت کا خیال رکھے' وعدہ کا پاس کرے' حق داروں کے حقوق ادا کرے۔ والدین' اولاد' میاں' بیوی' رشتہ دار' عزیز و اقرباء' پڑوسیوں غرضیکہ ہر ناتہ دار اور تعلق والوں کا حق ادا کرے۔ یعنی عبادات' معاملات اور اخلاقیات میں شریعت کی پابندی کرے۔ فحاشی عریانی اور ہر قسم کی لغویات سے پرہیز کرے۔ ممکن حد تک اپنی انفرادی زندگی میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی بجا آوری کرے۔

دعائے مغفرت

رفیق تنظیم اسلامی جنوبی عبدالقادر انصاری صاحب کی والدہ محترمہ رحلت فرما گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ضرورت مارکیٹنگ آفیسر

ایک کاروباری ادارے کو مارکیٹنگ آفیسر کی اسامی کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ ایم۔بی۔اے حضرات رجوع کریں۔ عملی تجربہ رکھنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ مکمل کوائف اور اسناد کی نقول کے ساتھ اپنی درخواستیں درج ذیل پتہ پر ارسال کریں:

پی۔او۔بکس نمبر 5161' ماڈل ٹاؤن پوسٹ آفس' لاہور

زبان خلق

چوہدری شہزاد

دینی جماعتیں اور عرب مجاہدین

ہماری دینی و علمی بے حمیتی کا یہ عالم ہے کہ ایسے حال میں بھی جبکہ امریکہ کی گردن عراق میں پھنسی ہوئی ہے اور ساری دنیا اسے لعن طعن کر رہی ہے اور اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے ہم اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں اور خود کو اس کا وفادار نوکر ثابت کرنے کی دھن میں مگن ہو کر دن رات اس کوشش میں ہیں کہ مزید عرب مجاہدین کو گرفتار کر کے انعام حاصل کرتے رہیں۔ اسی حالت میں ہم نے شیخ خالد کو ڈھونڈ کر گرفتار کیا لاہور سے مجاہدین کو گرفتار کیا اور ہر روز ہی خبر ملتی ہے کہ فلاں جگہ سے فلاں عرب باشندوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ ملت فروشی' ایمان فروشی' اسلام دشمنی اور جہاد دشمنی کی انتہا ہے۔

یہ معاملہ صرف حکمرانوں ہی کا نہیں بلکہ دینی جماعتیں بھی خود کو دہشت گردی سے ماورئی ثابت کرنے کی فکر میں مبتلا ہیں۔ انتہائی دکھ اور ستم ظریفی کی بات ہے کہ پاکستان سے جتنے بھی عرب مجاہدین گرفتار کئے گئے یا انہیں شہید کیا گیا اس کے خلاف کسی بھی دینی رہنما نے احتجاج نہ کیا بلکہ ایسے مواقع پر وہ ان مجاہدین سے لاتعلقی کا اظہار کرتے رہے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ یہ مجاہدین دہشت گرد ہیں اور ان دینی جماعتوں کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کی سب سے اہم مثال جناب لیاقت بلوچ کا وہ بیان ہے جو خالد شیخ کی گرفتاری پر شائع ہوا اس بیان میں انہوں نے یہ کہا کہ القاعدہ ایک دہشت گرد تنظیم ہے اور جماعت اسلامی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ امریکہ کی ہاں میں ہاں ملا کر عرب مجاہدین کو دہشت گرد تسلیم کر رہے ہیں تو پھر بھارت کی ہاں میں ہاں ملا کر کشمیری مجاہدین کو بھی دہشت گرد تسلیم کر لیجئے کیونکہ اگر حزب المجاہدین کشمیر کی آزادی کے لئے بھارت کے خلاف مسلح جدوجہد کر رہی ہے تو القاعدہ بھی تو جزیرہ عرب کو امریکیوں اور یہودیوں سے خالی کروانے کے لئے مسلح جدوجہد کر رہی ہے۔ فرق صرف علاقے کا ہے۔ آپ کس بنیاد پر کشمیری مجاہدین کو عرب مجاہدین سے مختلف ثابت کر سکتے ہیں؟ دینی جماعتوں کے مؤقف کی یہ کمزوری ایمانی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے جبکہ مضبوط ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آپ مجاہدین کو دہشت گرد کہنے والوں کی زبانیں کھینچ لیں اور ان مسلمان بھائیوں کو گرفتار اور شہید کرنے والوں کے خلاف فتویٰ دیں کہ ایسا کر کے کیا وہ ایمان کے دائرے میں ہیں یا اس سے خارج ہو جاتے ہیں؟

اللہ دینی جماعتوں کو اس معاملے میں صحیح مؤقف اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ کاش! وہ عرب مجاہدین کے حق میں اسی طرح آواز بلند کریں' جس طرح وہ کشمیری مجاہدین کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں۔

محسن انسانیت ﷺ

کتاب کا تعارف — بسلسلۂ ربیع الاوّل

یکم ربیع الاول کو صبح ہی صبح ایک دیرینہ دوست نے ٹیلی فون کر کے پوچھا: ''آنحضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر آپ کے خیال میں سب سے اچھی کتاب کون سی ہے۔ میرے ایک رفیق کار عیسائی ہیں اور وہ آنحضور ﷺ کی ذاتِ گرامی سے متعلق بعض اُمور پر اکثر باتیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ اچھی سی بیا گرافی پڑھنا چاہتے ہیں۔ کوئی ایسی ہونی چاہئے کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ کتاب ایک جلد میں ہو۔ زیادہ ضخیم نہ ہو''۔

میں نے کہا: ''میں آپ کو ایسی کتاب بتائے دیتا ہوں' جس نے ایک مسلم نوجوان کو عیسائیت کی آغوش میں جانے سے بچا لیا تھا۔ اُس نوجوان کو اُس کے عیسائی دوستوں نے اپنا لٹریچر اتنا پڑھوایا' اور وہ خود بھی اپنے ہاں کی ملائیت اور رجعت پسندی سے اس قدر بیزار تھا کہ اس نے گھر میں اعلان کر دیا کہ وہ عیسائیت قبول کرنے جا رہا ہے۔ اُس کے باپ نے کہا' ذرا ٹھہرو' ایک کتاب پڑھتے جاؤ۔ وہ نوجوان ساری رات یہ کتاب پڑھتا رہا۔ دوسرے دن اُس کے اندر کا اسلام اُس کے قلب و ذہن پر اس قدر حاوی ہو چکا تھا کہ اُس نے فرمائش کی کہ مجھے مصنف کی خدمت میں لے چلو۔ میں اُن کے ہاتھ چومنا چاہتا ہوں' جنہوں نے ایسی عظیم الشان کتاب رقم کی۔ باپ اپنے بیٹے کو ہمراہ لے کر مصنف کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس کے ممنون ہوا کہ اُن کی کتاب نے ایک نوجوان کا قبلہ درست کر دیا''۔

اس کتاب کا نام ہے ''محسن انسانیتؐ'' اور اس کے مصنف ہیں مولانا نعیم صدیقیؒ' نوجوانی سے رحلت (2002ء) تک مولانا مودودیؒ کے دستِ راست اور جماعت اسلامی کے شعبۂ فکر و اشاعت کے معتمد رہے۔ یہ کتاب مولانا صاحب نے ایک اور مولانا ماہر القادری کی ترغیب و تحریک پر' جنرل ایوب خان کے عہدِ حریت میں لکھی' اور ایسے استغراق و انہماک کے عالم میں' جذب و مستی کی کیفیت میں ڈوب کر لکھی کہ اب تک اس کے تیس ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں' اور جس مقصد کو سامنے رکھ کر قلم اٹھایا تھا' وہ مقصد بہ حسن و خوبی حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی۔

یہ کتاب لکھنے کا مقصد کیا تھا؟ مصنف لکھتے ہیں:

''محسن انسانیتؐ'' کا میرے پیش نظر یہ مقصد تھا کہ میں اپنے قارئین' خصوصاً نوجوانوں کو مطالعۂ سیرت کی ایسی راہ پر ڈالوں کہ وہ کتاب کو پڑھتے پڑھتے نبیٔ کریم ﷺ تک جا پہنچیں اور خیال ہی خیال میں اُن سارے مقامات تک جا پہنچیں' ان ہستیوں کے کرداروں کو قریب سے دیکھیں' ان مصائب کو جانیں' جو مکہ میں مسلمانوں نے بھگتے اور پھر بعد میں جو مدینہ میں یہودیوں اور متعصب جنگ باز معاندین قریش کے ہاتھوں برداشت کئے۔ ''محسن انسانیتؐ'' کے پڑھنے والے محض حصولِ معلومات کی لذت اور محمدؐ اور جماعتِ محمدؐ سے تسکین عقیدت ہی پا کر مطمئن نہ ہو جائیں' بلکہ غارِ حرا' شعب ابی طالب اور طائف' غارِ ثور اور قبا کی مسجد میں نمازِ جمعہ' پھر میدانِ بدر و اُحد' جنگِ احزاب اور فتح مکہ کے سارے مواقع پر وہ یوں محسوس کریں کہ جیسے حالات کی رَو میں وہ خود شامل ہیں۔ وہ محض نبیؐ کے لائے ہوئے انقلاب کے دریا کی جولانیوں کا تماشا ساحل پر بیٹھ کر ہی نہ کریں بلکہ دریا میں کود کر اُس کی موجوں میں ایک موج بن جائیں''۔

اپنے اس ''مقصد'' کو سامنے رکھ کر مصنف نے دوسرے سیرت نگاروں سے ذرا ہٹ کر ایک نیا طریقہ اختیار کیا۔ نبیؐ کے زمانے کے مسائل و احوال' طریقہ ہائے اظہار اور اصولِ فہم کو سامنے رکھا۔ پھر اس سے پہلے جتنی بھی سیرتِ طیبہ پر کتابیں موجود تھیں' اُن کے مروجہ مقبول اندازِ کلام کو دیکھا۔ پھر اپنے مقصد کے لئے ایک دلکش زبان اور سادہ اور عام فہم اسلوبِ بیان ایجاد کیا۔ طرزِ بیان میں عقیدت کی خوشبو' عشق کی حلاوت اور سوزِ دروں کا رنگ بھرا۔ نئی نئی اصطلاحات ایجاد کیں جو اس کتاب سے پہلے اور کہیں نہ ملیں گی۔ خاص طرز کے عنوانات تجویز کئے جو پہلے وجود نہ رکھتے تھے۔

سرورِ کائنات کی پرورش کے مراحل دوسری کتابوں میں کسی اور طرح دکھائے گئے ہیں' ''محسن انسانیتؐ'' کا یہ اقتباس دیکھئے! جو اختصار میں جامعیت کی بے نظیر مثال ہے:

''عرب کے ایک ممتاز' مہذب اور اعلیٰ روایات رکھنے والے خاندان میں سلیم الفطرت والدین کے قِرانِ السعدین میں ایک انوکھا سا بچہ یتیمی کے سائے میں پیدا ہوتا ہے۔ ایک غریب مگر شریف ذات کی دایہ کا دودھ پی کر دیہات کے صحت بخش ماحول کے اندر فطرت کی گود میں پلتا ہے۔ وہ خاص انتظام سے صحرا میں تگ و دَو کرتے کرتے زندگی کی جولان گاہ میں مشقتوں کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرتا ہے۔ اور بکریاں چرا کر اقوام کی گلہ بانی کی تربیت پاتا ہے۔ بچپن کی پوری مسافت طے کرنے سے پہلے یہ انوکھا بچہ ماں کے سایۂ شفقت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ دادا کی ذات کسی حد تک والدین کے اس خلا کو پُر کرنے والی تھی' لیکن یہ سہارا بھی چھین لیا جاتا ہے۔ بالآخر چچا کفیل بنتے ہیں۔ یہ گویا مادی سہاروں سے بے نیاز ہو کر ایک آقائے حقیقی کے سہارے گراں بہا فرائض سے عہدہ برآ ہونے کی تیاری کرائی جا رہی ہے''۔

کتاب کے اس پہلے پیراگراف ہی میں آنحضور ﷺ کا سارا بچپن اور لڑکپن گزر گیا اور دوسرے پیرے میں آپؐ جوانی کی دہلیز میں قدم رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپؐ کی ساری جوانی قریش مکہ کے شب و ستم سہتے گزری۔ جسمانی اذیتوں کے علاوہ قریش آپ کو طرح طرح کے احمقانہ دلائل اور کٹ حجتیوں سے بھی تنگ کرتے۔ اس کا احوال مولانا نعیم صدیقی کے منفرد اسلوب میں ملاحظہ کیجئے: ''قریش آنحضور ﷺ سے کہتے کہ تم جو گوشت پوست کے بنے ہوئے ہماری طرح کے آدمی ہو' تمہیں بھوک لگتی ہے۔ معاش کے درپے ہو' روٹی کھاتے ہو' گلیوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہو۔ پھٹے حالوں رہتے ہو۔ تمہارے اوپر طرح طرح کی زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ کیسے یہ بات عقل میں آئے کہ تم اللہ کے پیارے اور اُس کے معتمد نمائندے اور دنیا کی اصلاح کے ذمہ دار بنا کر بھیجے گئے ہو۔ تم واقعی اگر ایسے چیدہ روزگار ہوتے تو فرشتے تمہارے آگے آگے ہٹو بچو کی صدا لگاتے۔ باڈی گارڈ بن کر ساتھ چلتے۔ جو کوئی گستاخی کرتا' لٹھ سے اس کا سر پھوڑ دیتے۔ تمہاری یہ شان اور یہ ٹھاٹھ دیکھ کر ہر آدمی بے چون و چرا مان لیتا کہ اللہ کا پیارا ہے اور نبی ہے۔ اتنا ہی نہیں' تمہارے لئے آسمان سے خزانہ اترتا اور اس خزانے کے بل پر تم شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ عیش کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ تمہارے بسنے کے لئے سونے کا ایک محل ہوتا' تمہارے لئے کوئی چشمہ جاری ہوتا۔ کوئی نہر بہائی جاتی۔ تمہارے پاس پھلوں کا کوئی اعلیٰ درجے کا باغ ہوتا' آرام سے بیٹھے اُس کی کمائی کھاتے۔ اس نقشے کے ساتھ تم نبوت کا دعویٰ لے کے اٹھتے تو ہم سب بسر و چشم مانتے کہ واقعی یہ کوئی منتخب زمانہ اور مقبول ربانی ہستی ہے۔ برخلاف اس کے حال یہ ہے کہ ہم لوگ کیا مال کے لحاظ سے' کیا اولاد کے

لحاظ سے تم سے منزلوں آگے ہیں' اور تمہارا حال جو کچھ ہے' وہ سامنے ہے۔ ایک تم ہی نہیں' تمہارے اردگرد جو ہستیاں جمع ہوئی ہیں' وہ سب ایسے لوگ ہیں جو ہماری سوسائٹی کے سب سے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں' کوتاہ نظر اور کم علم ہیں۔ تم لوگوں کو ہمارے مقابلے میں کوئی بھی توجہ فضیلت حاصل نہیں۔ بتاؤ اے محمدؐ! کہ ایسی صورت میں کوئی معقول آدمی کیسے تمہیں نبی مان لے!''

''محسن انسانیتؐ'' کی ایک بہت بڑی' قابل ذکر اور منفرد خصوصیت' جو دوسری مشہور کتب سیرتؐ سے اس کو ممتاز کرتی ہے' وہ ہے صاحبِ ممدوح سے نعت نگار' شاعر اور ادیب کا ذہنی لگاؤ اور جذباتی تعلق' جس نے تحریر کو تصنیف یا تالیف کے مرتبے سے اٹھا کر تخلیق بلکہ ادب عالیہ کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔ مثال کے طور پر ہجرت کی رات کا منظر آپ نے دوسری کتابوں میں بھی پڑھا ہوگا' ''محسن انسانیتؐ'' کا ایک ٹکڑا ملاحظہ کیجئے:

''آج دنیا کا سب سے بڑا محسن و خیرخواہ بغیر قصور کے بے گھر ہو رہا تھا!''

''آج وہ اُن گلیوں کو الوداع کہہ رہا تھا' جن میں وہ چل پھر کر جوان ہوا' اور جن میں اس نے حق کا بول بالا کرنے کے لئے ہزاروں ہی پھیرے کئے تھے' جن میں اس نے گالیاں سنی تھیں اور ایذائیں سہی تھیں۔

''آج وہ حرم کے مرکزِ روحانی سے جدا ہو رہا تھا' جس میں اس نے بارہا سجدے کئے تھے۔ بارہا قوم کی فلاح کے لئے دعائیں مانگی تھیں۔ بارہا قرآن پڑھا تھا اور بارہا اس مقدس چار دیواری' اس واحد پناہ گاہ امن و سلامتی میں بھی مخالفین کے ہاتھوں دُکھ اٹھائے تھے اور اُن کے دل چھیدنے والے بول سنے تھے۔

''آج وہ اس شہر کو آخری سلام کر رہا تھا جس میں ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے کارناموں کا ریکارڈ موجود تھا اور جس کی فضاؤں میں اُن کی دعاؤں کی لہریں اب تک متحرک تھیں۔

''کلیجہ کٹا ہوگا۔ آنکھیں ڈبڈبائی ہوں گی۔ جذبات اُمڈے ہوں گے' مگر خدا کی رضا اور زندگی کا مشن چونکہ اس قربانی کا بھی طالب ہوا' اس لئے انسانِ کامل نے یہ قربانی بھی دے دی۔

''آج مکہ کے پیکر سے اس کی روح نکل گئی تھی۔ آج اس چمن کے پھولوں سے خوشبو اڑی جا رہی تھی' آج یہ چشمہ سوکھ رہا تھا۔ آج اس کے اندر سے بااُصول اور صاحبِ کردار ہستیوں کا آخری قافلہ روانہ ہو رہا تھا''۔

آنحضورﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ ت حق کا پودا مکہ کی سرزمین سے اُگا۔ لیکن اس کے پھلوں ے دامن بھرنا مکہ والوں کے نصیب میں نہ تھا۔ پھل مدینہ والوں کے حصے میں آئے۔ ساری دنیا کے حصے میں آئے۔ مدینہ میں نوجوان طاقت' دعوتِ اسلامی کے جھنڈے اٹھائے آگے آگے بڑھ رہی تھی۔ وہاں نوجوان طاقت نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے ایک واقعے کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے جسے مولانا نعیم صدیقی نے جس دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے' اس کا بھی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے:

''بڑے بوڑھوں میں سے ایک بزرگ تھے' عمرو بن الجموح۔ اُن کا تعلق بنی سلمہ سے تھا۔ ان بڑے میاں نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک ''منات'' نامی بت رکھا تھا۔ یہ اُس کی پوجا کرتے تھے اس کی جھاڑ پونچھ میں لگے رہتے تھے۔ بنی سلمہ کے دو نوجوان معاذ بن جبل اور معاذ بن عمرو دعوتِ حق پر ایمان لا کر تحریک اسلامی کے کارکن بن چکے تھے۔ موخر الذکر خود بھی انہی بڑے میاں کے صاحب زادے تھے۔ یہ دونوں رات کی تاریکی میں جاتے اور بڑے میاں کے خداوند کو کیچڑ میں لت پت کر دیتے اور اٹھا کر بنی سلمہ کے گڑھے میں اُلٹا کر ڈال آتے' جہاں لوگ غلاظت اور کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے۔ صبح ہوتی تو عمرو بن الجموح چلاتا کہ ''یہ کون ہے جس نے رات کو ہمارے خداوندوں پر دراز دستی کی ہے۔'' پھر وہ اپنے خدائے گم شدہ کو ڈھونڈتا پھرتا' اور جب پالیتا تو اُسے دھو دھا کر سنگھاسن پر لا بٹھاتا۔ اگلی رات پھر یہی حادثہ پیش آتا۔ بڑے میاں پھر اسی چکر میں پڑے بڑبڑاتے پھرتے۔ ایک دن عمرو نے تنگ آ کر اپنی تلوار بت کے ساتھ لٹکا دی' اور اسے خطاب کر کے کہا کہ ''خدا کی قسم' میں نہیں جانتا کہ کون تیرے ساتھ

(باقی صفحہ 19 پر)

بقیہ: تجزیہ

ہتھیار درکار ہیں۔ امریکہ یہ عذر ختم کر دینا چاہتا ہے۔ امریکہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ پاک بھارت کشیدگی اگر واجپائی اور مشرف کے دور میں ختم نہ ہوئی تو شاید کبھی نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ واجپائی اپنی آخری اننگ کھیل رہے ہیں اُن کی عمر کا تقاضا بھی ہے اور بی جے پی ایک دو صوبوں کو چھوڑ کر باقی تمام ہندوستان میں تیزی سے غیر مقبول ہو رہی ہے اگر اگلی حکومت کانگریس نے بنائی تو حکومت چاہے جتنی بھی مضبوط ہو سونیا گاندھی بحیثیت وزیراعظم کبھی اتنی مضبوط نہیں ہو سکتیں کہ انقلابی فیصلے کر سکے ان کا بنیادی طور پر ہندوستانی نہ ہونا' بڑے بڑے فیصلے کرنے میں حائل ہو جائے گا۔ ادھر پاکستان میں اصل فیصلہ کن قوت فوج کے پاس ہوتی ہے۔ اگر کوئی خالص آزاد سیاسی حکومت قائم ہو گئی تو اُس کے لئے بھی انقلابی فیصلے کرنا ممکن نہ ہوگا' لہٰذا امریکہ کے نزدیک اب نہیں تو کبھی نہیں کا معاملہ ہے۔ اس ساری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم خلوص نیت سے حکومت پاکستان کو مشورہ دیتے ہیں کہ سب سے پہلے وہ طے کرے کہ پاکستان اور بھارت کے مابین عسکری توازن اور موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں آیا پاکستان کے لئے ممکن ہے کہ وہ جنگ کر کے بھارت سے کشمیر چھین لے۔ فی الحال اس کے جواب میں ہاں نہیں کہا جا سکتا' لہٰذا دانشمندی کا تقاضا ہے کہ ہواؤں میں اڑنے کی بجائے زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مذاکرات کے لئے پالیسی وضع کی جائے۔ پہلی بات یہ کہ اگر ہم نے یہ طے کر ہی لیا ہے کہ کشمیر کے علاوہ دوسرے مسائل پر پہلے بات ہو تو اُن مسائل کو بھی جو چاہے کتنے ہی چھوٹے اور معمولی نوعیت کے ہوں انہیں خلوص نیت سے حل کیا جائے اور انہیں حل کرنے میں کوئی رکاوٹیں کھڑی نہ کی جائیں بلکہ جلد از جلد کریں تا کہ کشمیر کے مسئلہ کی بھی مذاکرات کے لئے جلد باری آ سکے۔ کشمیر کے معاملے میں بھی یہ نعرہ اگرچہ بڑا دل آویز ہے ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کاش ایسا ہو جائے لیکن کہیں یہ معاملہ نہ ہو جائے۔ آدھی چھوڑ ساری کو جائے نہ ساری ملے نہ آدھی پائے۔ ہمیں خلوص نیت سے مذاکرات کو بارآور بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور کسی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہم اگرچہ بھارتی حکومت کو کوئی مشورہ دینے کی پوزیشن میں نہیں لیکن پھر بھی عرض کریں گے کہ ہٹ دھرمی کوئی قابل ستائش صفت نہیں۔ آپ کی قوم حسابی کتابی قوم ہے۔ آج کے دور کی جنگ لاکھوں کروڑوں نہیں' اربوں' کھربوں کا کھیل ہے۔ دفاعی خرچہ جہنم کا پیٹ بن چکا ہے جو بھرنے کا نام نہیں لیتا۔ پھر یہ کہ انسانی جانوں کی بھی کوئی قیمت ہے۔ خدارا! ایسی صورت اختیار کریں کہ امن کا راستہ تلاش کیا جا سکے۔ یاد رکھئے امریکی دوستی امریکی دشمنی سے بدتر ہے۔ اور ہم اس کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ آج امریکہ کی مسلم دشمنی سے آپ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کل کلاں یہ دوست آپ کا بدترین دشمن ثابت ہو سکتا ہے۔ اور آخری بات یہ ہے کہ دوست بدل جایا کرتے ہیں ہمسائے نہیں بدلا کرتے۔ ہمسائے کے گھر لگی ہوئی آگ آپ کو بھی جلا کر بھسم کر سکتی ہے۔ چھپن سال سے آپ نے اٹوٹ انگ کی رٹ لگائی ہوئی ہے لیکن یہ رٹ کشمیر میں بہتے خون کو روک نہ سکی۔ طاقت کا نشہ بعض اوقات ایسی دلدل میں پھنسا دیتا ہے کہ نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ امریکہ جو چاہے کرتا پھرے اگر یہ دونوں ہمسائے خلوص نیت سے اپنے مسائل حل کرنے پر تل جائیں تو کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ خلوص نیت شرط اول ہے۔

انسانی حقوق کے علمبردار آج پوری انسانیت کے قاتل بن گئے

ملت اسلامی کی موجودہ صورت حال پر بادشاہی مسجد کے بیدار مغز خطیب کا بصیرت افروز خطاب جمعہ

مرتب: نعیم اختر عدنان

آج اگر امت مسلمہ کے طرز فکر کا جائزہ لیا جائے تو عیش پرستی، مفاد پرستی اور جہاد جیسے مقدس فرض سے فرار وانکار امت مسلمہ کا بحیثیت مجموعی نصب العین بن چکا ہے۔

گذشتہ سال افغانستان کی اسلامی حکومت کو امریکہ اور یورپی افواج نے ختم کر دیا ہے۔ پہلے سے تباہ حال افغانستان کو ڈیزی کٹر بموں سے برباد کر دیا گیا۔ افغانستان کی مسلمان اور مجاہد حکومت سے نجات پانے کے بعد امریکہ اور برطانیہ نے عراق کی سرکشی اور باغی حکومت کے خاتمہ کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ ''اقوام متحدہ'' ''اسلامی کانفرنس'' غیر وابستہ ممالک کی تحریک' پوری دنیا میں ہونے والے جنگ مخالف بے مثال احتجاجی مظاہروں اور اقوام متحدہ کے متعین کردہ اسلحہ انسپکٹروں کی ٹیم کے سربراہ کی رپورٹ کے باوجود امریکہ اور برطانیہ نے عراق کے مسلمانوں کا وحشیانہ قتل عام کیا اور صدام حکومت سے نجات حاصل کر لی۔ ان روح فرسا واقعات کو دیکھ کر ہر باشعور مسلمان ''محو حیرت ہے کہ مسلمانوں کی سیاسی قیادت ع ''ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے'' کا مصداق بن چکی ہے۔

مگر ان گھٹا ٹوپ اندھیروں اور مایوس کن فضاؤں میں امت مسلمہ کے فرض شناس اور بیدار مغز علماء حق اپنا فرض محراب ومنبر سے لے کر تختہ دار تک ادا کرتے آئے ہیں۔ 11 اپریل کو راقم نے زندگی میں لاہور ہی کا باسی ہونے کے باوجود پہلی بار لاہور کی عظیم بادشاہی مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کی۔ بادشاہی مسجد کے خطیب سامعین سے محو گفتگو تھے انہوں نے فرمایا دنیا میں ہونے والے ظلم اور قتل و غارت گری اور جنگ جدال کا منبع اور سرچشمہ یہود و ہنود ہیں۔ یہودی دنیا کی وہ ملعون اور مغضوب قوم ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر انبیاء علیہ السلام تک کو قتل کر دیا' گویا یہودی نبیوں کی قاتل قوم ہے' جس سے کسی بھلائی اور خیر کی توقع رکھنا جہالت اور خود فریبی ہے۔

عالمی امن کو تہہ و بالا کرنے والی پس پردہ مگر اصل قوت اسرائیل اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے یہودی ہیں۔ افغانستان اور عراق میں جنگ کے پس پردہ قوت کے اصل کردار یہی یہودی ہیں جن کے دفاع کے لئے امریکہ اور برطانیہ یہودیوں کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں جب تک یہود کو تہس نہس نہیں کیا جاتا' نہ تو دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی امت مسلمہ کفار کے ظلم سے بچ سکتی ہے۔

بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا محمود الحسن عارف نے فرمایا حضور ﷺ کی وہ احادیث جو درحقیقت عظیم ترین پیشن گوئیاں ہیں' میں آنے والے دور کی واضح تصویر موجود ہے۔ اس کے پورا ہونے کا وقت آ چکا ہے قبل ازیں روم کا بادشاہ یہودی علماء کی سازش کا شکار ہو گیا اور اس نے حضرت عیسیٰؑ کو پھانسی کی سزا سنا دی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر کو آسمانوں پر زندہ اٹھا کر یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اس وقت یورپ کے عیسائی حکمران خصوصاً امریکہ کا بش اور برطانیہ کا بلیئر مکمل طور پر یہودی سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس سازش کا شکار کل افغانستان ہوا۔ آج عراق اس جنگ سے دوچار ہے اور آنے والے دن نہ جانے کس کس بدقسمت مسلم ملک کی باری کا انتظار کر رہے ہیں بقول اقبال ؎

تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے و لیکن
پیران کلیسا کی دعا ہے کہ یہ ٹل جائے

مولانا نے فرمایا قیامت سے پہلے دنیا سے عیسائیت اور یہودیت کا خاتمہ ہو کر رہے گا انہوں نے احادیث نبویؐ کی روشنی میں فرمایا۔ دجال یہودیوں کا سرمایہ ہو گا اسے اتنی طاقت اور قدرت حاصل ہوگی کہ وہ جہاں چاہے گا' بارش برسے گی' جہاں چاہے گا وہیں اناج اگے گا یہاں تک کہ وہ زندہ انسان کو ذبح کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا۔ پھر ان ٹکڑوں کو جوڑ کر اس مردہ انسان کو از سر نو زندہ کر دے گا۔ ایسی صفات اور طاقت کے حامل دجال کا مقابلہ حضرت عیسیٰ سے ہو گا۔ جن کا نزول مسلمانوں کی مدد وحمایت کے لئے ہو گا۔ یہی وہ وقت ہو گا جب حضرت مہدی مسلمانوں کے لیڈر کی حیثیت سے ظاہر ہو جائیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت امام مہدی کی قیادت میں مسلمان یہودی اور عیسائی اقوام پر غالب آ جائیں گے اور امریکہ' برطانیہ اور اسرائیل اپنے ظلم سمیت کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے۔

مولانا محمود الحسن عارف نے فرمایا اسلام اور مسلمانوں کو امریکہ سمیت دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔ ناکامی اور ذلت باطل پرست اور شیطانی اوصاف و کردار کی حامل اقوام کا مقدر بن کر رہے گی۔

آج انسانی حقوق کے علمبردار پوری انسانیت کے قاتل کے ادب میں انسانیت کے سامنے آ چکے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ کے حکمران' قانون دان اور فوجی سفاک وحشی درندے بن چکے ہیں۔ مولانا نے فرمایا: مغرب میں ویسے تو جانوروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ایسی ہی تنظیموں نے جنگ سے قبل امریکہ اور برطانیہ کی حکومتوں سے ''حیوانوں سے ہمدردی کی بناء پر یہ اپیل کی تھی کہ عراق پر بمباری کے دوران چڑیا گھر میں موجود جانوروں کے تحفظ کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔''

مغربی اقوام انسان صرف اپنے آپ ہی کو سمجھتی ہیں اور ان کے نزدیک مسلمان جانوروں سے بھی بدتر مقام کے حامل ہیں' لہٰذا ان کو جس طرح چاہو ذبح کر دو۔ ویسے بھی مغربی اقوام کے سر پر سوار اصل قوت یہودیوں کا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ مکمل انسان تو صرف اور صرف یہودی ہیں۔ جو فلسطین' افغانستان اور عراق کے بے گناہ' معصوم بچوں' عورتوں اور مردوں کے قاتل بن چکے ہیں۔ اس لئے قرآن کا فرمان ہے کہ جس نے کسی بے گناہ انسان کو قتل کیا گویا اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا۔ انہوں نے فرمایا رحمت العالمین ﷺ نے 15 سال تک کفار مکہ کے ظلم و ستم برداشت کرنے کے بعد فتح مکہ کے دن کفار کے لئے عام معافی کا اعلان فرما کر فتح مکہ کے عظیم دن کو ''یوم رحمت'' قرار دیا۔ حقیقتاً وحشی اقوام کو اپنے طرز عمل کو دیکھنا چاہئے۔ بقول اقبال ؎

یہ علم' یہ حکمت' یہ تدبر' یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بادشاہی مسجد کے خطیب جناب محمود الحسن عارف جیسے بیدار مغز علماء حق کا سایہ امت مسلمہ کے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین

آخر میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ عالم اسلام کے سیاسی قائدین مذہبی رہنماؤں' اہل دانش اور اہل صحافت کو ایمانی قوت' جوش عمل اور مجاہدانہ کردار کے ذریعے میدان عمل میں اپنے جوہر دکھانے ہوں گے تا کہ جرم ضعیفی کی سزا سے دوچار ''مرگِ مفاجات'' کی تصویر بننے والی امت مسلمہ کو از سر نو ع ''ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا'' کا سبق پڑھا کر ع ''تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا'' کی شان سکندری عطا ہو سکے۔

آبِ زم زم کی بندش

خدا کرے ''ضربِ مومن'' (شمارہ 15 مئی) کی یہ خبر درست نہ ہو اور اگر درست ہے تو مسلمانانِ عالم کے لئے جتنی صدمہ انگیز خبر سقوطِ بغداد کی ہے' اتنی ہی افسوس ناک خبر یہ بھی ہے۔ ''ضربِ مومن'' نے سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض سے' یہ خبر دی ہے کہ زائرینِ حج و عمرہ کی سہولت کے لئے مطاف میں واقع بئر زمزم (زمزم کا کنواں) بند کرنے کا فیصلہ' عالم اسلام میں سعودی حکومت کے خلاف نفرت اور احتجاج کی لہر دوڑنے کا خدشہ' یہ منصوبہ رمضان سے قبل مکمل ہوگا۔ خبر کے مطابق سعودی حکومت نے صحنِ کعبہ میں موجود زمزم کا کنواں بند کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ یہ فیصلہ مطاف میں توسیع کرنے اور اس مقام پر زائرین حج و عمرہ کے ہجوم کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات دور کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ تاہم اِس اقدام سے طواف کے بعد زمزم پینے اور دعا مانگنے کا ساڑھے چودہ سو سالہ مسنون عمل بند ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ اس سے قبل مطاف میں موجود ''مقامِ ابراہیمؑ'' کو بھی' مطاف ہی کی توسیع کے منصوبے کے تحت' ہٹانے کی کوشش کی گئی تھی جو مسلمانانِ عالم کے احتجاج کے خوف اور علمائے حرمین کی حمایت نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہوگئی تھی۔

''ندائے خلافت'' کے ایک محترم قاری سعید احمد صاحب کا خط موصول ہوا ہے۔ پوچھتے ہیں کہ ''عالم اسلام'' کے کالم میں ''ہفتۂ رواں'' سے کیا مراد ہے؟ یعنی کس تاریخ سے شروع ہو کر کس تاریخ پر ختم ہوتا ہے۔ ''ندائے خلافت'' کی جو تاریخیں ہیں ''ہفتۂ رواں'' اُن سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ سعید احمد صاحب نے اچھا نکتہ اٹھایا ہے۔ ''ندائے خلافت'' ہر منگل کی صبح کو حوالۂ پریس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ''عالم الاسلام'' کی ہفتہ وار رپورٹ پیر سے لے کر اتوار تک' محیط ہوتی ہے۔ گویا ہر پیر کو شعبۂ ادارت میں تیار ہوتی ہے تاکہ تازہ ترین خاص اور قابلِ ذکر خبر'' رپورٹ میں شامل ہو سکے۔ (ادارہ)

عراق میں یہودیت کی تبلیغ

عراق پر امریکی افواج کے ناجائز قبضے کے بعد ''عیسائی بناؤ'' مہم کے بعد اب اسرائیل نے عراق میں ''یہودی بناؤ'' مہم شروع کردی ہے۔ امریکی فوج کے زیر سایہ ایسے چھوٹے چھوٹے یہودی گروپ عراق میں داخل ہوگئے ہیں جو ''یہودی بناؤ'' مشن پر کام کر رہے ہیں۔ یہ راز ایک امریکی فوجی افسر نے ایک صحافی کو بتایا کہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق نہیں رکھتا' البتہ جب کسی مذہب کے ماننے والے شاطرانہ اور عیارانہ انداز میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں تو کوفت ہوتی ہے۔ امریکی فوجی افسر نے ذرائع کو بتایا کہ مذکورہ یہودی گروپ ترکی کی بندرگاہ حیتائی اور ایک دوسرے شہر سلیوبی کے راستے یہودی لٹریچر اور امدادی سامان عراق لا رہے ہیں' جہاں وہ جنگ سے متاثر مفلوک الحال مسلمانوں کو غذائی اجناس کے ساتھ ساتھ تحریف شدہ زبور کے نسخے بھی دے رہے ہیں۔ یہودی گروپ عراقی فوجیوں کو امریکا اور یورپی ممالک بالخصوص برطانیہ میں روزگار اور شہریت دینے کی پیشکش بھی کر رہے ہیں' جبکہ بعض عراقیوں کو اعلیٰ اسامیوں پر ملازمت دلوانے کے سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں۔ تاہم یہودی گروپوں کی ان خفیہ تبلیغی کاوشوں کے باوجود اب تک کسی عراقی مسلمان کے مرتد ہونے کی اطلاع نہیں ہے۔

ہندو' یہودی اور عیسائی گٹھ جوڑ

پچھلی صدی کے نصف عشرے میں مسلم ملکوں کو برطانوی سامراج سے آزادی ملی تھی۔ **1947**ء میں ہندو آزاد ہوئے اور اگلے سال **1948**ء میں امریکا برطانیہ کی اُس سازش سے ''اسرائیل'' قائم ہوا جس کے جال گزشتہ سو سال سے بچھائے جا رہے تھے۔ اُسی وقت سے دنیائے اسلام کے تین بڑے دشمن (ہندو' یہودی اور عیسائی) بڑی پُراسرار خاموشی اور گہرے جاسوسی انداز میں قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے۔ عالم اسلام کی لیڈرشپ اُن کے پُرفریب حربوں کو سمجھنے سے قاصر رہی۔ سقوطِ بغداد کے بعد اب امریکا نے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے نام پر' توسیع پسندانہ عزائم کا برملا اظہار کیا ہے تو ان تینوں طاقتوں کا گٹھ جوڑ بھی خفیہ نہیں رہا' بلکہ صاف ظاہر ہوگیا ہے۔ بھارت کے قومی سلامتی کے مشیر برجیش مشرا نے واشنگٹن میں **10** مئی کو ''بھارت' اسرائیل اور امریکا'' کا مشترکہ اتحاد تشکیل دینے کی تجویز دی ہے' تاکہ ''مشترکہ دہشت گردی'' کا مقابلہ کیا جاسکے۔ امریکی یہودیوں کے ایک سالانہ عشائیے سے خطاب کرتے ہوئے بھارتی لیڈر نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف ہمیں ایسے مشترکہ اتحاد کی ضرورت ہے جس کو دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے تفصیلات اور جزئیات اور اسباب و وجوہ کی جستجو میں وقت ضائع کئے بغیر فوری اور بے باک فیصلوں کا سیاسی و اخلاقی اختیار حاصل ہو۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گرد ملکوں اور تنظیموں کے خلاف باہمی لائحہ عمل سے اطلاعات کی فراہمی اور بین الاقوامی مجرموں کی حوالگی کے طریقہ کار کو آسان بنانے کے سلسلے میں باہمی تعاون سے دہشت گردی کا راستہ موثر طریقے سے روکا جا سکتا ہے۔ بھارت' اسرائیل اور امریکا کی مشترکہ اقدار پر روشنی ڈالتے ہوئے بھارتی لیڈر نے کہا کہ ان تین بڑے ممالک کے درمیان ''اتحاد'' ایک قدرتی منطق ہے کیونکہ تینوں جمہوریت' اجتماعیات اور عوام کے لئے یکساں مواقع کی فراہمی پر یقین رکھتے ہیں۔

ہندو' یہودی اور عیسائی کا گٹھ جوڑ کوئی نئی بات' کوئی نئی سوچ نہیں ہے۔ البتہ پہلی بار ایسا ہوا کہ تینوں نے اپنی اپنی جگہ عریاں ہو جانے کا عندیہ دے دیا ہے۔

پاکستان پر امریکی دباؤ' براستہ بھارت

گزشتہ شمارے میں ہم نے دنیائے اسلام پر شیطان کے نئے پھندوں کا ذکر کرتے ہوئے خبر دی تھی کہ امریکا مشرقِ وسطیٰ کے ساتھ ساتھ اب جنوبی ایشیا میں بھی اپنا اثر جما رہا ہے۔ جنوبی ایشیا میں اُس کے عزائم میں حائل بڑا مسئلہ کشمیر کا ہے۔ امریکا اوپر اوپر سے بھارت اور پاکستان کو مذاکرات کی تلقین کرتا ہے اور اس دکھاوے کے مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹج کو ہفتہ رواں میں سرکاری دورے پر بھیجا گیا تھا۔ اُس نے دونوں ملکوں کے دورے کے بعد اعلان کر دیا ہے کہ کشمیر متنازعہ مسئلہ ضرور ہے' لیکن ''کور اِشیو' نہیں ہے جیسا کہ پاکستان کے صدر جنرل مشرف کہتے آ رہے ہیں۔ جب افغانستان میں اسامہ بن لادن اور طالبان کے خلاف کارروائی ہو رہی تھی تو اُس وقت بھارت نے پاکستان پر دباؤ ڈالنے کے لئے امریکا کی خفیہ فرمائش پر پاکستان کی پوری مشرقی سرحد پر ایک سال تک اپنی افواج لگائے رکھیں۔ اب امریکی سفارت کار جو گل کھلانے والے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

دعائے صحت

آغا امان اللہ' رفیق تنظیم اسلامی شمالی کراچی کے دل کا بائی پاس آپریشن ہوا ہے۔ رفقاء و احباب سے اِن کے لئے صحت یابی کی دعا کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

محمد زبیر' رفیق تنظیم اسلامی جنوبی کے والد محترم کا آج صبح انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید کا دورۂ سرگودھا

مورخہ 3 مئی 2003ء بروز ہفتہ جناب حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی پاکستان اور جناب اظہر بختیار خلجی ناظم اعلیٰ سرگودھا تشریف لائے اور رات 9 بجے مقامی مرکز تنظیم (مسجد جامع القرآن) میں ''موجودہ پریشان کن حالات میں قرآن حکیم کی رہنمائی'' کے موضوع پر ایک جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں تین ذیلی عنوانات کے تحت گفتگو کی۔

سب سے پہلے آپ نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ موجودہ حالات کیا ہیں' جس میں آپ نے مسلم امت کی زبوں حالی اور کسمپرسی کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ پوری امت اس وقت باری کے بخار میں مبتلا ہے اور ایک کے بعد دوسرا ملک اپنی تباہی اور بربادی کے انتظار میں ہے۔ بعد ازاں آپ نے اس صورت حال کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بظاہر امریکہ سپر پاور ہونے کے گھمنڈ میں امت مسلمہ کو اپنی بربریت اور دہشت گردی کا نشانہ بنا رہا ہے جس کی پشت پر یہودی تعصب اور اسلام دشمنی کارفرما ہے لیکن درحقیقت ان بدترین حالات کی ذمہ دار پوری مسلم امت اور اس کے حکمران ہیں جو طاغوت کی اطاعت کر رہے ہیں اور نظامِ خلافت قائم نہ کرنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب دنیا میں مبتلا ہیں۔

آخر میں آپ نے قرآن وحدیث کے حوالوں سے ان حالات سے بچنے کا طریقہ بیان فرمایا اور اس کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل تجویز کیا:

اولاً پوری امت انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ کرے۔

ثانیاً امت اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور عمل صالح پر کاربند ہو جائے۔

ثالثاً امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہو جائے۔

اس پروگرام میں 200 سے زائد سامعین نے شرکت کی اور پوری توجہ اور دلچسپی سے پروگرام کے اختتام تک موجود رہے۔ 75 منٹ کے اس خطاب کے دوران کوئی فرد بھی مجلس سے اٹھ کر باہر نہیں گیا۔

دوسرے روز مورخہ 4 مئی کو امیر محترم نے رفقاء تنظیم کے ساتھ مل کر ناشتہ کیا اور صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک امیر محترم کے ساتھ رفقاء کی ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں جناب رشید عمر امیر حلقہ پنجاب غربی اور ملک خدا بخش امیر ذیلی حلقہ سرگودھا نے اعداد وشمار کے ساتھ تنظیمی اور دعوتی کارگزاری کی تفصیل بیان کی۔ بعد ازاں سرگودھا اور مضافات سے آئے ہوئے 37 رفقاء' فیصل آباد سے 12 اور میانوالی سے 6 رفقاء سے امیر محترم فرداً فرداً متعارف ہوئے۔

پروگرام کے آخر میں امیر محترم اور جناب خلجی صاحب نے رفقاء کے مسائل اور اشکالات سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے۔ دعائیہ کلمات کے بعد تمام مہمانِ گرامی اور رفقاء تنظیم تازہ جذبات کے ساتھ الوداع ہوئے۔ (رپورٹ: اللہ یار)

تنظیم اسلامی گوجر خان کی شب بسری

تنظیم اسلامی گوجر خان کی ماہانہ شب بسری ہر ماہ کے آخری ہفتے اور اتوار کی درمیانی شب ہوتی ہے۔ حسب سابق 29 اور 30 مارچ کی درمیانی شب ماہانہ شب بسری جامع مسجد العابد میں ہوئی۔ پروگرام بعد نماز مغرب شروع ہوا۔ مغرب تا عشاء دعوتی پروگرام تھا۔ جس کے لئے رفقاء تنظیم نے ہینڈ بل اور ذاتی رابطوں کے ذریعے دعوت دی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ محمد ریاض صاحب نے تلاوت کی۔ خالد محمود عباسی صاحب ناظم تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی نے ''امریکی یلغار اور کرنے کا اصل کام'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ امریکی یلغار کیا ہے؟ کیوں ہے؟ ہمارے لئے کرنے کا اصل کام کیا ہے؟ اس یلغار کے پیچھے شیطانی قوتیں اور یہودی عزائم کارفرما ہیں۔ ان کا سب سے بڑا مقصد یہودی عزائم کی تکمیل ہے۔ ان عزائم کی تکمیل کی راہ کی تمام رکاوٹوں کو دور کرنا ہے۔ یہ اصل میں یاجوج ماجوج کی یلغار ہے۔ اب وہ عظیم جنگ جو احادیث مبارکہ میں ملحمۃ العظمیٰ کے نام سے مذکور ہے۔ آثار سے ظاہر ہے کہ وہ جنگ اب قریب ہی ہے اس جنگ کے بعد صرف وہی مسلمان بچیں گے جو حقیقی ایمان کے مالک ہوں گے۔ ہمارے لئے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم اپنے اندر حقیقی ایمان پیدا کریں۔ اور جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر ان حالات کا مقابلہ کریں۔ آپ کا خطاب عشاء تک جاری رہا۔ اس پروگرام میں 30 رفقاء سمیت 70 افراد نے شرکت کی۔

نماز عشاء کے بعد کھانا تناول کیا گیا۔ اس کے بعد تربیتی پروگرام شروع ہوا جس میں صرف رفقاء تنظیم نے شرکت کی۔ سب سے پہلے ذوالفقار احمد عباسی صاحب نے نظم پیش کی۔ حافظ ندیم مجید صاحب نے درس حدیث دیا ان کا موضوع تھا ''نماز کی فرضیت اور اقام الصلوۃ کی اہمیت'' کینیڈا سے آئے ہوئے تنظیم کے ساتھی ظفر اسلام صاحب نے پاکستانی معاشرے اور کینیڈین معاشرے کے فرق اور تضاد پر اپنے تاثرات بیان کئے۔ حامد شاہ صاحب نے صبر کی اہمیت اور افادیت بیان کی۔ آخر میں ساجد حسین صاحب نے آج کے پروگرام کا خلاصہ بیان کیا۔ رات گیارہ بجے یہ نشست ختم ہوئی اور آرام اور سونے کے لئے وقفہ ہوا۔

صبح چار بجے تمام رفقاء بیدار ہوئے۔ نماز فجر تک رفقاء نے فرداً فرداً قرآن پاک کی سورۃ الکہف کی تلاوت اپنے ساتھیوں کو سنائی۔ نماز فجر کے بعد عبدالمجید صاحب نے درس قرآن دیا۔ اس کے بعد ناشتہ کیا گیا۔ ناشتے کے بعد تمام رفقاء اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (رپورٹ: مرتضیٰ شاہ)

اسرہ مسلم باغ باجوڑ کا دعوتی اجتماع

جہاں پورے ملک میں تنظیم اسلامی کے رفقاء لوگوں کو اقامت دین کا تصور سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہاں پر اسرہ مسلم باغ کے رفقاء بھی اس فریضہ سے غافل نہیں۔ اس سلسلے میں اسرہ مسلم باغ باجوڑ ایجنسی کے زیر اہتمام 31 مارچ کو ایک مختصر دعوتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ اسی اجتماع کے لئے ناظم دعوت فیض الرحمٰن صاحب کو بلایا گیا تھا لیکن غیر متوقع طور پر ناظم دعوت حلقہ سرحد شمالی جناب غلام اللہ حقانی نے اس میں شرکت کر کے ہمارے اس پروگرام کو چار چاند لگا دیئے۔ پروگرام کا آغاز امیر تنظیم باجوڑ جناب گل رحمٰن صاحب کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ جناب گل رحمان نے فرمایا کہ ''جس طرح اللہ تعالیٰ نے اقامت صلوۃ فرض کیا ہوا ہے اسی طرح اقامت دین بھی فرض ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں ایک ایسی جماعت کے ساتھ شامل ہونے کی ضرورت جس کے پاس حضورؐ کی سیرت کے مطابق اقامت دین کا تصور ہو۔ پروگرام کے مہمان خصوصی جناب غلام اللہ حقانی صاحب نے مسنون خطبہ کے بعد فرمایا کہ مسلمانوں پر جس طرح کے حالات وارد ہو رہے ہیں یہ بالکل ایک سابقہ قوم بنی اسرائیل پر گزرنے والے حالات سے مشابہہ ہیں جس طرح بنی اسرائیل پر عروج وزوال کے دو دو ادوار گزرے تھے بالکل اسی طرح مسلمانوں پر بھی عروج و زوال کے ادوار وارد ہو رہے ہیں۔ انہوں نے حضورؐ کی ایک حدیث کا حوالہ دیا گیا کہ ''مسلمان بنی اسرائیل کی اسی طرح اتباع کریں گے جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حالات بڑی تیزی کے ساتھ قیامت کے قریب جا رہے ہیں اور حضور ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق روئے زمین میں موجود کوئی گھر خواہ کچا ہو یا پکا یا چمڑے سے بنا ہوا خیمہ ایسا باقی نہیں رہے گا جس میں اسلام داخل نہیں ہو گا یا تو اس کے مکین اسلام کو قبول کر کے معزز بن جائیں گے یا اس کے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کرے گا۔

پروگرام کا اختتام عالم اسلام کی حفاظت کے لئے ایک خصوصی دعا پر کیا گیا۔ (رپورٹ: محمد سعید)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

the power structures, who might consider their mission political, rather than religious. It is however, necessary, because the more the neo-mods confuse the non-Muslims, the more it would be difficult for the rest of Muslims to work with them.

The neo-mods of Islam are thriving because the silence of majority of Muslims and particularly the scholars are taking their ranting for granted. We need to explain how philosophy of neo-mods — which depicts the very idea of Muslims going back to their roots (the Holy Qur'an and *Sunnah*) as a dangerous combination f extremism and fanaticism — is putting future of the humanity at stake with their rationalistic and pseudo-scientific interpretations of Islam.

Key 3

Quit apologetic approach

We need to shift focus from mere defence to all out revival. So far, the concentration has been on academic fields, or on moral and spiritual purification of common Muslims. None of the movements tried to launch any organised political movement together with an explanation of the Islamic blueprint for socio-political and economic structures of Islam, telling the world that this is what we want to establish in place of the defunct democracy.

We have seen the rise and fall and pros and cons of all kinds of man made systems except the systems of Islam implemented in a truly Islamic state. Except a few exceptions, democracy is not practiced in its true sense of the word anywhere in the world. It has failed to prosper beyond the boundaries of a few former colonial powers. Installing puppets through genocides is no democracy at all. At the moment tyranny is replacing tyranny.

True liberation has yet to be seen. Only when people come to owe allegiance to an Islamic social order, the possibility of transgression and injustice is absolutely ruled out and all the doors of political oppression and economic exploitation are closed. The problem is not with Islam but with Muslims who still need to prove before the world that a collective equitable social order, rather than individual faith alone is the essence of Islam. The establishment of this order is the boding duty of all followers.

Conclusion

Proposing solutions is easy than practicing them in real world situation. The events around us and the kind of treatment meted out to true believers clearly suggest that promotion of a "war within Islam" is nothing but the *Fitna* (civil strife) which, according to the last of all Prophets, will force a true believer to take his sheep to the top of mountains to save his religion.[2] Holding on to the basic tenets of faith these days really requires the endurance of "grasping live coal."[3] Only those can perform the above mentioned difficult tasks who have armed themselves with the wisdom and knowledge of the Qur'an.

End Notes:

[1] Hafidh, Hassan (2003) "Thousands of Iraqis protest against U.S." *Reuters*, Friday April 18, 10:53 PM: "Muslims poured out of mosques and into the streets of Baghdad, calling for an Islamic state to be established in the biggest protest since U.S. forces toppled Saddam Hussein's iron-fisted, 24-year-long rule nine days ago."

Keane, Fergal (2003), "A dangerous groundswell of resentment is building up on the streets of Baghdad," *Independent*, UK, 19 April 2003: "They are shouting slogans forbidden under the secular rule of Saddam, slogans which, if George Bush could hear them, would surely cause him to revolve with anxiety: 'With our blood and our souls we will defend Islam.'"

[2] Book 30. Trials and Fierce Battles. Hadith 4254.

Narrated By Abu Sa'id al-Khudri : The Apostle of Allah (pbuh) said: A Muslim's best property will soon be sheep which he takes to the top of mountains and the places where the rain falls, fleeing with his religion from civil strife (fitnah).

[3] Book 32. Battles. Hadith 4327.

Narrated By AbuTha'labah al-Khushani : AbuUmayyah ash-Sha'bani said: I asked AbuTha'labah al-Khushani: What is your opinion about the verse "Care for yourselves".

He said: I swear by Allah, I asked the one who was well informed about it; I asked the Apostle of Allah (pbuh) about it.

He said: No, enjoin one another to do what is good and forbid one another to do what is evil.

But when you see niggardliness being obeyed, passion being followed, worldly interests being preferred, everyone being charmed with his opinion, then care for yourself, and leave alone what people in general are doing; for ahead of you are days which will require endurance, in which showing endurance will be like grasping live coals. The one who acts rightly during that period will have the reward of fifty men who act as he does.

Another version has: He said (The hearers asked:) Apostle of Allah, the reward of fifty of them?

He replied: The reward of fifty of you.

بقیہ: کتاب نما

یہ معاملہ کرتا ہے۔ سو اگر تجھ میں کس بل ہے تو پھر خود ہی اپنا بچاؤ کر‘ یہ تلوار موجود ہے‘‘۔ شام ہوئی اور عمرو سو گیا تو اس ڈرامے کے دونوں کردار رات کو آئے اور تلوار بت کی گردن سے کھول لی۔ پھر ایک مرا ہوا کتا تلاش کر کے اُس کے گلے میں رسّی سے باندھا اور اُسے ایک اندھے کنوئیں میں جا کر لٹکا آئے۔ جو انسانی غلاظت سے اٹا رہتا تھا۔ صبح اٹھ کر عمرو نے دیکھا تو حضرت پھر غائب تھے۔ تلاش کیا تو یہ حالِ زار دیکھا۔ عبرت کا یہ نقشہ دیکھتے ہی دل نے کروٹ لی اور وہی عمرو اسلام کی صفوں میں آ شریک ہوا۔‘‘

یکم ربیع الاوّل کو جب میرے دیرینہ دوست نے سیرتِ نبیؐ پر کوئی اچھی تحفہ کتاب کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا تھا تو میں نے بے اختیار کہا تھا ’’محسن انسانیتؐ‘‘۔ میں خود بے اختیار‘ تیسری‘ چوتھی مرتبہ پھر اسے پڑھنے بیٹھ گیا اور یوں مندرجہ بالا چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے خود بخود سامنے آتے گئے۔ کتاب کا ہر ورق‘ ہر صفحہ اور ہر پیراگراف اسی اسلوب میں اور اس جگر کاوی سے تخلیق کیا ہوا نظر آتا ہے۔ میں نے اپنا ذاتی نسخہ اپنے محترم دوست کو بطور ہدیہ بھجوا دیا‘ جو خود مجھے اس کے ناشر محمد فیصل صاحب نے ہدیہ کیا تھا اور اپنے ادارے ’’الفیصل ناشران‘ لاہور‘‘ سے بطرزِ جدید طبع کرایا تھا۔ اُن کا ذکر آ گیا ہے تو اُن سے بھی ایک درخواست کرنے میں مضائقہ نہیں۔ مولانا نعیم صدیقی نے کتاب کے آخر میں اپنی اس تمنا کا اظہار کر رکھا ہے کہ ’’اس کتاب کے تراجم کم سے کم انگریزی‘ عربی‘ بنگلہ اور ہندی میں کرانے کی تمنا ہے‘‘۔ اُن کی رحلت کے بعد یہ ذمہ داری محمد فیصل صاحب کے کندھوں پر آن پڑی ہے کہ وہ اس ذمہ داری سے بھی سرخرو ہوں۔ (تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

تنظیم اسلامی لاہور شمالی نمبر 1 کے زیرِ اہتمام

جلسہ سیرت النبی

عشق رسولؐ اور اُس کے تقاضے

بروز اتوار 18 مئی 2003ء بوقت دس بجے صبح

بمقام: نور محل شادی ہال‘ قمر پارک‘ نوکے والا چوک‘ شاد باغ‘ لاہور

مہمان مقررین: 1- مولانا عبدالرؤف ملک 2- رفیق احمد باجوہ 3- محمد شفیق جنجوعہ 4- محمد مبشر 5- محمد رشید ارشد

زیرِ صدارت: جناب عبدالرزاق (امیر مقامی تنظیم)

مہمانِ خصوصی: چوہدری محمد شوکت (ممبر صوبائی اسمبلی‘ ایم ایم اے)

خواتین کے لئے بھی انتظام ہوگا

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.17
Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

The Keys to Revival

According to Dr. Israr Ahmad's analysis, beginning of the 20th century was the starting point for the second phase of the decline in the heart of Muslim world. In that perspective, at the beginning of the 21st century we are fast moving towards the lowest ever ebb of Muslim decline, without knowing how to deal with the never ending American zeal to directly or indirectly occupy country after country in the Muslim world.

Before discussing the available options, one needs to keep in mind that we are definitely witnessing a defeat for Muslims in Afghanistan, Iraq and elsewhere, but it is not the fall of Islam at all. It is an ephemeral victory of technological superiority over the defeatist mentality of a divided people called Muslims.

Most importantly, it is a clear demise of the much vaunted ideals of Western democracy and liberalism. The street slogans in Baghdad for establishing Islamic state(1) are signs of the human desire to be truly liberated as well as governed by divine laws. It is, in fact, the victory of Islam.

Materialistic atheism reached its logical culmination in the form of socialism and communism. Now leaders of the "civilised world" are overseeing the demise of their much vaunted "liberal democracy." The 21st century wars have not defeated Islam. The neo-colonialism has simply brought out the hollowness of Western civilisation and American ideals.

In such a situation, the Muslim objective should not be to militarily defeat the US and its Allies because military victory alone would be as hallow as the US victory over Iraq. It is the message of Islam that has to triumph.

The Western technological superiority has at best contributed to infusing defeatism in Muslim mind. As a result, a minority of opportunist Muslims began to appropriate Western ideas and values uncritically. The defence against onslaught of secular philosophy has been limited to mere protection in the form of fleeing from mainstream life in order to hold fast to faith, and apologetic compromise. Such constrained and ill planned approaches left us with losing the very spirit of Islam.

Of course, an obvious ruling minority in Western capitals is bent upon undermining Islam, but it would be wrong if we solely hold them responsible for the pathetic state of the Muslim world. Our punishment began the day we committed the crime of ignoring the message of Islam and limiting it to our personal affairs alone. Our behaviour served only to repel us as a nation from the Divine Guidance. We are now facing what we really deserve.

For instance, if we were good Muslims in Iraq, the US would not have attacked us because as good Muslims we would not have let our government to attack Kuwait irrespective of any US approval; we would not have let our government fight Iran for the US interests; we would not have silently accepted the anti-Islam ideology of the Ba'ath regime; as a nation we would not have allowed our government to kill and oppress our fellow countrymen.

Similarly, the US would not have occupied Afghanistan today, provided we were united in Islam and had not invited Russians; provided we had not embedded with the US to defeat the Soviet Union; provided we, as good Muslims, had not resorted to killing each other after withdrawal of the Soviet Union; provided we had not formed a Northern Alliance to demonise our own Muslim brothers; provided we had not joined the chorus of Western media to bastardise the Taliban, and so on and so forth.

We are following the same course in Egypt, Pakistan and elsewhere. Is Musharraf regime not taking the same Qur'anic verses from school curriculum for pleasing administration in Washington which the US itself propagated during its war on the Soviet Union? Did his regime not support the US in occupation of a neighbouring country? Are we not allowing him to kill and handover anyone to the US? Are we not silent at his going against the clear verdict of Qur'an about *riba*? Such behaviour serves only to repel us from the Divine Guidance and slipping further down the drain toward the lowest ebb of our decline.

We still have time to check our fall by holding on to the keys of our revival mentioned as follows.

Key 1

Shift focus back to basics

Key to reformation is not in running away from the basics of Islam but in shifting Muslim focus away from trivial legalities back to the original sources of Islamic faith and Knowledge — the Holy Qur'an and *Sunnah*.

As long as we do not make up our dreadful deficiency of understanding and acting upon the Qur'an, no useful purpose will be served by any amount of religious instruction or debate. If Qur'an is studied and its meanings are pondered over in a genuine quest for truth, all the veils of darkness would be lifted one after the other. Extracting quotes from Qur'an to justify our arguments alone will never help. Using its verses to "seek refuge and favours" of the world mastering demi-gods will further exacerbate our problems (See Al-Qur'an 18: 27) The worst sinners are those who do research into Qur'an while sitting in Western think tanks but do not use it for reflection or practice. Fascinating intellectual exercises is no less than toying with the Qur'an. It causes them to deviate. "So they follow the part thereof that is figurative, seeking discard, and searching for its hidden meaning" (Al-Qur'an 111:7).

Key: 2

Remove the seeds of discard sown the neo-mods of Islam

Besides loss of faith in Islam's comprehensiveness in guiding us in worldly as well as spiritual affairs, the unprecedented military and technological progress of the West has rendered us incapable of making critical appraisal of the misguided views that have found currency among so-called "moderates."

To the contrary, the gaze of revivalist movements has been exclusively fixed on the teaching and precepts of Islam. This is valuable but to specifically counter the *fitna* of "liberal Islam" they also need to develop the inner state of deep faith in Allah, which provides the inner experience of faith and truly fulfils the propositions of Islamic belief. Besides Qur'an and *Sunnah*, critical knowledge of contemporary world affairs is also need of the day. *Dawah* without addressing the confusion created by neo-mods of Islam is all but complete.

Muslims engaged in *Dawah* are doing a great job of refocusing attention towards renewal of faith. But most of them seem to shy away from interpreting Muslims' fall in the light of contemporary issues and clarifying the confusion created by the neo-mods of Islam. One of the reasons for this attitude is their objective to avoid annoying